

اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ

الْأَكْلُ شَيْءٌ مَا خَلَقَ اللَّهُ بَاطِلٌ
جان لو اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے

عاشق الملہ

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمہ اللہ

مؤلف

223 سنت نبویؐ

+92-091-618003

مکتبہ القیوم

ناشر



سہاؤ تھو افریقہ کے تبلیغی سفر میں فقیر ایک دوست کے خط کا جواب لکھنا چاہتا تھا مگر لکھنے والے نے اتنے محبت بھرے الفاظ میں خط لکھا تھا کہ باید و شاید۔ معادل میں خیال پیدا ہوا کہ جب ایک مرید اپنے مرشد کو ایسا محبت نامہ بھیجتا ہے تو کیوں نہ ہو کہ فقیر بھی اپنے محبوب حقیقی کے لئے عشق الہی کے عنوان پر کچھ لکھے۔ جب کاغذ قلم سنبھالا تو خیالات کا سلسلہ بنا جو فوتابہ نہ تھا۔ ایک طرف پروگراموں کی کثرت اور طے والوں کا ہجوم جبکہ دوسری طرف وقت کی قلت اور سفر کی مشقت۔ فقیر بھی روزانہ کچھ الجھے سلجھے الفاظ سپرد قلم کرتا رہا۔ کبھی کبھی اپنی ملیں ملیں کی وجہ سے خیال بھی آتا کہ

کیسے الفاظ کے سانچے میں دھنکے گا یہ تہال

سوچتا ہوں کہ ترے مسن کی تو جین نہ ہو

مگر عنوان کی اہمیت نے پیچھے نہ ہٹے دیا۔ یقینی بات ہے کہ

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق

عشق نہ ہو تو شرع و دین بنگدہ تصورات

آج کا انسان محبت و دنیا میں استعداد و مقام ہر دو کا ہے۔ مگر ہر وقت دنیا مینے میں لگا رہتا ہے عمر زبانی کلامی عشق الہی کی باتوں سے دل بھی بہلا تا رہتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ سلطان عشق کی عدالت میں تقسیم دل کا کوئی قانون نہیں ہے۔ وہاں تو ایک سوا

فہرست

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
	پیش لفظ	5
1	عشق الہی کی اہمیت	7
2	عشق الہی کے اثرات	23
3	دنیا میں عشاق کی حالت	29
4	عشق و عقل میں موازنہ	65
5	عشق حقیقی اور عشق مجازی	70
6	موت کے وقت عشاق کی حالت	90
7	قبر میں عشاق کی حالت	96
8	روز محشر عشاق کی حالت	98
9	عاشق صادق کی پہچان	102
10	دور حاضر اور عشق الہی	108
11	عشق الہی کا حصول کیسے ہو	115
12	مرید اور مراد میں فرق	123

نیک۔ یہ ہو کر قدم اٹھانا پڑتا ہے اور غیر سے دل کی آنکھیں بند کرنی ضروری ہوتی ہیں جبکہ ہم تو ظاہری آنکھیں بند کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ فقیر نے اس رسالہ میں بلا کم و کاست جو کچھ خیال میں آیا سپرد قلم کر دیا ہے۔ اہل علم حضرات کوئی کمی بیشی پائیں تو نشاندہی فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

ہو شہر پر زخوبان منم و خیال ما ہے
چہ لہم کہ چشم یک میں نکند بہ کس نگاہے
آخر میں قارئین سے دست بستہ دعاؤں کی درخواست کرنا بھی ضروری ہے۔
شکوہ ام قریب و بدنام و بنور امیدوارم
کہ زہد ظاہر یا ہم بہ دعائے نیک نام

فقیر و الفقار احمد انشبدی مجددی
کان اللہ لدعو ضاً عن کل شیء



باب 1

عشق الہی کی اہمیت

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے انسان کو اپنی تخلیق کا شاہکار بنایا۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ
(تحقیق ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا)

رب کائنات ہر انسان کی پیدائش کے وقت اس کے دل میں اپنی محبت کا بیج رکھ دیتے ہیں جس کی وجہ سے ہر انسان فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔

كُلُّ مَوْلُودٍ يُوَلَّدُ عَلَى فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ
(ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے)

اسی لئے ہر انسان دلائل کی بجائے فطرت کے دباؤ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے وجود پر یقین رکھتا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے۔

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی ہے بندگی شرمندگی

انسانی زندگی سے عشق الہی کا جذبہ نکال دیا جائے تو حیوانیت کے سوا کچھ باقی

نہیں رہتا۔ بھلا اس فانی دنیا میں عشق الہی کے سوار کھایا کیا ہے۔

در خرمن کائنات کردیم نگاہ

یک دانہ محبت است باقی ہمہ گاہ

{ بس میں نے کائنات کے خرمن کی طرف نظر کی، ایک دانہ محبت کا ہے

باقی سب تنکے چھلکے (بھوسہ) ہیں }

جب دل عشق الہی سے معمور ہوا اور آنکھیں شراب الست ہے مخمور ہوں تو زندگی کا

انداز ہی نرالا ہوتا ہے۔

ملت عشق از ہمہ ملت جدا است

عاشقان را مذہب و ملت جدا است

{ عشق کی ملت تمام ملتوں سے منفرد ہے، عاشقوں کا مذہب اور ملت جدا

ہوتا ہے }

زندگی کی کامیابی اور ناکامی کا دار و مدار عشق الہی پر موقوف ہے۔ اسی سے انسان

کو بھی تو "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ" (اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی) کا خطاب ملا

اور کہیں "وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ" (اور ان کو بہت ساروں پر فضیلت بخشی) کا ہار

اس کے گلے میں ڈالا گیا۔ یہ فضیلت عشق الہی کی وجہ سے ملی۔

ہر کہ عاشق شد جمال ذات را

اوست سید جملہ موجودات را

{ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے جمال کا عاشق ہے وہ تمام موجودات کا

سردار ہے }

انسانی زندگی کی ابتداء اور انتہا اور اس کے مبداء و معاد کا مرکزی نقطہ عشق الہی

ہے۔

عشق اول عشق آخر عشق کل

عشق شاخ و عشق نخل و عشق گل

{ عشق ہی اول عشق ہی آخر عشق ہی کل ہے عشق ہی شاخ عشق ہی

درخت اور عشق ہی پھول ہے }

جس طرح بنجر زمین بیج کی بٹونما کرنے کی بجائے اس کے خاتمے کا سبب بنتی

ہے اسی طرح معصیت والا ماحول عشق الہی کے جذبے کو نکھارنے کی بجائے غفلت

کے پردوں میں لپیٹ دینے کا سبب بنتا ہے۔ اگر ماحول سازگار ہو تو عشق الہی کا بیج

پھلتا پھولتا ہے اور اپنی بہار دکھاتا ہے بلکہ آس پاس کی فضا کو بھی معطر کر دیتا ہے۔ ہر

اچھے ماحول میں آپ انسانوں کی زندگی کا مرکز و محور اللہ تعالیٰ کی ذات کو پائیں گے۔

ندائم آں گل خداں چہ رنگ و بو دارد

کہ مرغ ہر چمنے گفتگوئے او دارد

{ نہ جانے اس مسکراتے پھول کا رنگ اور خوشبو کیسی ہے کہ چمن کا ہر پرندہ

اسی کی گفتگو کرتا ہے }

چہ شد مجذوب گر دیوانہ اوست

ہمد عالم ہمیں پروانہ اوست

{ کیا ہوا اگر مجذوب اس کا دیوانہ ہے، دیکھو تو سارا عالم ہی اس کا پروانہ ہے }

سچ ہے کہ اس کائنات میں جتنا اللہ تعالیٰ کو چاہا گیا، جتنی محبت اس سے کی گئی، جتنا

اسے یاد کیا گیا، جتنا اسے پکارا گیا، جتنی اسکی عبادت کی گئی، جتنا اس سے عشق کیا گیا،

کائنات میں کوئی دوسری ہستی اس جیسی نہیں۔ سب مخلوق اس کی شیدائی ہے۔

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے
میں بھی اس پر مرنا نا صحیح تو کیا بے جا کیا
اک مجھے سودا تھا دنیا بھر تو سودا کی نہ تھی

عشق الہی کے چند معارف

عشق الہی سے متعلق چند معارف درج ذیل ہیں۔

- 1۔ انسانی جسم مختلف اعضاء کا مجموعہ ہے اور ہر عضو کی اپنی اپنی صفات ہیں مثلاً آنکھ کی صفت دیکھنا، کان کی صفت سننا، ناک کی صفت سونگھنا وغیرہ۔ اسی طرح انسان کے دل کی صفت محبت کرنا ہے۔ دل کسی نہ کسی سے محبت ضرور کرتا ہے۔
پتھر سے ہو خدا سے ہو یا پھر کسی سے ہو
آتا نہیں ہے چین محبت کئے بغیر
دل بحر محبت ہے محبت ہی کرے گا
لاکھ اس کو بچا تو یہ کسی پر تو مرے گا
- 2۔ انسان جب کسی سے محبت کرتا ہے تو عموماً اس کی دوجوہات ہوتی ہیں۔
(۱) وہ ہستی اپنی ذات و صفات میں دوسروں سے ممتاز ہوتی ہے اور ان پر فوقیت رکھتی ہے۔ اس جیسا کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔ اس انداز سے دیکھا جائے تو پروردگار عالم کی ذات واحد یکتا ہی ایسی ہے کہ کوئی اس کا ہم پایہ نہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ جس ذات نے حسن کو پیدا کر دیا اس کے اپنے حسن و جمال کا کیا عالم ہوگا۔ پس یہ فطری بات ہے کہ انسان اپنے پروردگار سے محبت کرے۔

- (۲) وہ ہستی با اختیار ہو اور انسان کے ہر دکھ سکھ میں اس کے کام آئے۔ اس انداز سے دیکھا جائے تو انسان کے غم، اندوہ میں کام آنے والی ذات فقط اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر انسان اپنی پریشانی میں بے اختیار اسی کو پکارتا ہے۔
ہر مرحلہ غم پہ ملی تجھ سے تسلی
ہر موڑ پہ گھبرا کے ترا نام لیا ہے
- 3۔ اللہ تعالیٰ کے نام میں اتنی چاشنی اور لذت ہے کہ اس کو بار بار لینے سے انسان کا دکھ سکھ میں بدل جاتا ہے۔
جو مضطرب ہے اس کو ادھر انکسارت ہے
آخر خدا کے نام میں کوئی تو بات ہے
- 4۔ انسان کو چاہئے کہ حالات کے اتار چڑھاؤ سے متاثر ہوئے بغیر ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا رہے۔
گو میں رہا رہیں ستم ہائے روزگار
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا
- 5۔ جس دل میں عشق الہی کا داغ نہ ہو اسے جینے کا مزہ بھی نہیں ملتا جیسے کہیے ہو محبوب حقیقی کے در کو ہرگز نہ چھوڑنا چاہئے۔
لاگ گر دل کو نہیں لطف نہیں جینے کا
الجھے سلجھے اسی کا کل کے گرفتار رہو
- 6۔ جس انسان کا دل عشق الہی کی چاشنی سے آشنا ہو اس کی زندگی میں یکسوئی اور یکروئی ہوتی ہے۔

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے
ترے ذکر سے ترے شکر سے تری یاد سے ترے نام سے

6۔ جس کی آنکھ میں عشق الہی کا سرمہ لگا ہوا اس کی نظر میں عرش سے تحت العرش تک کوئی حجاب نہیں رہتا۔ عاشق جب اپنی ذات پر نظر ڈالتا ہے تو اپنے آپ کو سراپا خطا محسوس کرتا ہے جب محبوب کی طرف نظر اٹھاتا ہے تو اسے سراپا عطا دیکھتا ہے پس اسی سے امیدیں بندھی رہتی ہیں اور وہ اسی در پر پڑا رہتا ہے۔

الْهَيْ كَيْفَ أَذْغُوكَ وَ أَنَا غَاصٍ
وَ كَيْفَ لَا أَذْغُوكَ وَ أَنْتَ كَرِيمٌ

{الہی میں تجھ سے کیسے مانگوں کہ میں خطا کار ہوں اور تجھ سے کیسے نہ مانگوں جب کہ تو اتنا کریم ہے}

7۔ عاشق ایک لمحہ بھی محبوب حقیقی سے غافل نہیں ہوتا، اس کی نگاہیں در محبوب پر لگی ہوتی ہیں اور وہ منتظر ہوتا ہے کہ نہ معلوم کب محبوب دروازہ کھول دے۔

یک چشم زدن غافل از آن شاہ نہ باشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نہ باشی

{پلک جھپکنے کی دیر بھی اس بادشاہ سے غافل نہ ہو شاید کہ وہ نگاہ کرے اور تو بے خبر رہے}

اسی لئے مشائخ کرام نے فرمایا ہے۔

مَنْ غَمَضَ عَيْنَهُ عَنِ اللَّهِ تَعَالَى طَرَفَةً عَيْنٍ لَمْ يَصِلْ إِلَى
مَقْصُودِهِ

{جس نے اللہ تعالیٰ سے ایک لمحہ بھی آنکھ ہٹائی وہ اپنے مقصود کو نہیں پہنچ سکتا}

8۔ عاشق کے دل میں محبوب کے سوا کسی دوسرے کے لئے گونج نہیں ہوتی۔
اگر وہ اپنی ظاہری آنکھ سے محبوب حقیقی کو نہیں دیکھ سکتا تو اپنے دل کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔

حَبِيبٌ لَيْسَ بَعْدَ لَهُ حَبِيبٌ
وَمَا لِسِوَاہُ فِی قَلْبِیْ نَصِيبٌ
حَبِيبٌ غَائِبٌ عَنْ بَصْرِیْ وَشَخْصِیْ
وَلَكِنْ عَنْ قَوَادِیْ لَا يَغِيبُ

{میرا محبوب ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی دوسرا محبوب نہیں، میرے قلب میں کسی دوسرے کے لئے جگہ نہیں، اگرچہ میرا محبوب میری ظاہری نگاہوں سے اوجھل ہے مگر میرے دل کی آنکھوں سے ہرگز غائب نہیں ہو سکتا}

9۔ عاشق صادق کو فقط اپنے محبوب سے ملاقات مطلوب ہوتی ہے اور وہ اسی شوق میں زندگی بسر کرتا ہے۔ اس کا دل غیر کی طرف میلان کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔

أَنْتَ أُنْسِي وَ هَمْنِي وَ سُرُورِي
قَدْ ابْنِ الْقَلْبُ أَنْ يُحِبَّ سِوَاكَ
يَا عَزِيزِي وَ هَمْنِي وَ مُرَادِي
طَالَ شَوْقِي مَتَى يَكُونُ لِقَاكَ
لَيْسَ سُؤَالِي مِنَ الْجَنَانِ نَعِيمٌ
غَيْرِ أَيْبَى أُرِيدُ لِقَاكَ

{تو میرا پیارا میرا محبوب اور میری خوشی ہے۔ میرا دل تیرے ماسوا کی محبت سے انکاری ہے۔ اے میرے عزیز میرے پیارے اور میرے مقصود میرا}

شوق لبیا ہو چکا ہے۔ میری ملاقات تجھ سے کب ہوگی میرا سوال جنٹوں کی نعمتوں کا نہیں ہے بلکہ میں تو تیری ملاقات چاہتا ہوں}

10 عاشق کو محبوب سے وصل کی ہر وقت تمنا رہتی ہے پس اس کے سر میں ایک ہی سودا سمایا ہوا ہوتا ہے۔

اے در دل من اصل تمنا ہمہ تو
اے در سر من مایہ سودا ہمہ تو
ہر چند بہ روزگار در می مگر
امروز ہمہ توئی کہ فردا ہمہ تو

{اے کہ میرے دل میں اصل تمنا تو ہی ہے۔ اے کہ میرے سر میں محبت کا سرمایہ تو ہی ہے۔ جب بھی زمانے میں میں نگاہ کرتا ہوں۔ آج بھی سب کچھ تو ہے بلکہ کل بھی سب کچھ تو ہے}

11 عاشق جب اپنے ارد گرد دیکھتا ہے تو غافل دنیا کے غافل لوگ اسے ہوا و ہوس کے گرفتار نظر آتے ہیں اور دنیا اسے پنجرے کی مانند نظر آتی ہے۔

من باغ جہاں را قفسے دیدم و بس
مرغش ز ہوا و ہوسے دیدم و بس
از صبح وجودے تا شبان گاہ عدم
چوں چشم مشدوم نفسے دیدم و بس

{میں دنیا کے باغ کو پنجرہ دیکھتا ہوں اور بس۔ اس کا پرندہ ہوا و ہوس ہی کو دیکھتا ہوں اور بس۔ وجود کی صبح سے عدم کی شام تک جب بھی آنکھ کھولی اپنے نفس کو دیکھا اور بس}

12 - عشق الہی کی تاثیر ایسی ہے کہ یہ دل سے ماسوا کو نکال پھینکتا ہے حتیٰ کہ عاشق صادق کے دل میں غیر کے لئے ہرگز ہرگز کوئی جگہ نہیں ہوتی۔

الف اللہ دل رتا میرا مینوں 'ب' دی خبر نہ کائی
'ب' پڑھیاں کچھ سمجھ نہ آوے مینوں الف دی لذت آئی
"ع" تے "غ" دا فرق نہ جانتاں ایہہ گل الف نے سکھائی
بلہیا قول الف دے پورے جہیزے دل دی کرن صفائی
{اللہ کے الف نے دل کو کامیاب کر دیا مجھے 'ب' کی کوئی خبر نہیں۔ 'ب' پڑھ کر کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ مجھے الف کی لذت حاصل ہوئی ہے۔ 'ع' اور 'غ' کا فرق نہیں جانتا الف نے یہ بات سکھائی ہے۔ اے پہلے شاہ الف کی باتیں سنی گئی ہوتی ہیں جو دل کی صفائی کر دیتی ہیں}

13 - عاشق کے دل کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ اپنا سب کچھ محبوب کی خاطر لٹا دے وہ محبوب کے در کی گدائی کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہے۔

یاد میں تیری سب کو بھلا دوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پر سب گھر بار لٹا دوں خانہ دل آباد رہے
سب خوشیوں کو آگ لگا دوں غم سے ترے دل شاد رہے
سب کو نظر سے اپنی گرا دوں تجھ سے فقط فریاد رہے

14 - دنیا میں رہتے ہوئے سینکڑوں چیزیں انسان کو ملتی ہیں اور سینکڑوں انسان سے چھن جاتی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو چیز بھی انسان سے دور ہو اس کا بدل دنیا میں موجود ہوتا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کسی سے دور ہو جائے تو اس کا کوئی بدل نہیں۔

لِکُلِّ شَیْءٍ إِذَا فَارَقْتَهُ عَوَظٌ وَلَیْسَ لِلّٰہِ اِنْ فَارَقْتُ مِنْ عَوَظٍ

ہر چیز جس سے فی جہا ہو اس کا بدل ہے لیکن اگر اللہ سے جدا ہو گیا تو اس کا کوئی بدل نہیں ہے

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کلام عرب میں سب سے اچھا کلام لبید شاعر کا ہے کہ

لَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللَّهُ بَاطِلٌ
وَكُلُّ نَعِيمٍ لَا مَحَالَةَ ذَائِلٌ

{ ہر چیز جو اللہ کے سوا ہے وہ باطل ہے اور ہر نعمت یقیناً زائل ہو جانے والی ہے }

عشق الہی کی اہمیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ

(ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہوتی ہے)

کمال ایمان کی نشانی محبت الہی میں پہنچگی اور رسوخ ہے۔ وقت اور زمانے کے بدلتے ہوئے حالات میں اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

محبت محبت تو کہتے ہیں لیکن

محبت نہیں جس میں شدت نہیں ہے

محبت کے انداز ہیں سب پرانے

خبردار ہو اس میں جدت نہیں ہے

محبت الہی انسانی زندگی کی تلخیوں کو شیرینی میں بدل دیتی ہے۔ دل میں عشق الہی

سے ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ جس کا خدا سے واسطہ اس کا بے چینی سے کیا واسطہ۔

از محبت تلخیا شیریں شود

وز محبت سبھا زریں شود

از محبت دردہا صافی شود

وز محبت دردہا شافی شود

{ محبت سے کڑے میٹھے بن جاتے ہیں، محبت سے چاندی سونا بن جاتی

ہے، محبت سے درد زائل ہو جاتے ہیں، محبت سے درد شافی ہو جاتے ہیں }

عشق و محبت کا مضمون

حضرت شبلی کا فرمان ہے۔

سمیت المحبة لانها تمحو من القلب ما سوى المحبوب

(محبت نام اس لئے رکھا گیا کہ وہ محبوب کے ماسوا ہر چیز کو کھو کر دیتی ہے)

استاذ ابو القاسم قشیری کا قول ہے کہ

المحبة محو المحب لصفاته و الثبات المحبوب بذاته

محبت محب کو صفات کی وجہ سے مٹا دیتا اور محبوب کو اس کی ذات کے ساتھ

ثابت کرنا ہے)

حضرت سمنون محبت فرماتے تھے۔

ذهب المحبون لله بشرف الدنيا والآخرة لان النبي صلي

الله عليه وسلم قال المرء مع من احب

(اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنے والے دنیا و آخرت کی شرف لے گئے اس

لئے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بندہ جس سے محبت کرے گا اسی کے ساتھ ہوگا)

محبت دل کی اس کیفیت کا نام ہے جو محبوب کے وصل کے لئے محبت کو بے چین کر دیتی ہے۔ جب نبی اکرم ﷺ پر یہ آیت اتری "لَعَنُوكُمْ" (آپ کی عمر کی قسم) تو آپ نے عبادت میں اس قدر زیادتی فرمائی۔ "حَتَّى تَوَدَّ مَنَّا قَدْ مَعَا" (حتیٰ کہ آپ کے قدم مبارک متورم ہو جاتے)۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "طَهَّ مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى" (طہ، ہم نے قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ

آپ مشقت میں پڑیں)

امام غزالی نے کسی کو درج ذیل اشعار پڑھتے سنا تو بے ہوش ہو گئے۔

لَقَدْ لَسَعْتُ حَيْثَ الْهَوَى كَبْدِي
فَلَا طَبِيبَ لَهَا وَلَا رَافِي
إِلَّا الْحَبِيبَ الَّذِي شَغَفْتُ
فَبَعْدَهُ رَافِي وَ نَرِافِي

{محبت کے سانپ نے میرے جگر کو کاٹا نہ تو اس کا کوئی طبیب ہے اور نہ جہاز پھونک کرنے والا۔ سوائے اس محبوب کے جس نے میرا دل بھر دیا اسی کے پاس میرا جہاز پھونک اور میرا علاج ہے}

طبیب کو بلایا گیا اس نے نبض وغیرہ دیکھ کر کہا کہ اسے محبت کا مرض ہے۔

دوہجی باتیں

عشق و محبت کی دنیا میں دو باتیں بڑی نصوص ہیں۔

① عاشق اپنے محبوب حقیقی کے حسن و جمال کی جتنی تعریف کرے اتنی ہی کم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِزَادًا لِّلْكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفَذَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَذَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جَنَّا بِمِثْلِهِ مِزَادًا

{کہہ دیجئے اگر سمندر روشتائی بن جائے میرے رب کی باتوں کے لئے تو ختم ہو جائے سمندر اس سے پہلے کہ ختم ہوں میرے رب کی باتیں اگرچہ ہم اس جیسا ایک اور سمندر لے آئیں اس کی مدد کو}

② جو انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے نام کا ڈنکا پوری دنیا میں بجا دیتا ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب بندہ اپنی عبادات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا مقرب بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ جبرائیل کے ذریعے آسمان و زمین میں یہ اعلان کروادیتے ہیں کہ لوگو! اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں۔

ثُمَّ يُوَضَّعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ

{پھر اس کے لئے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے}

ہرگز نفیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

{جس کا دل عشق کے ساتھ زندہ ہو وہ مرتبا نہیں لہذا دنیا کی تاریخ پر ہمارا

دوام پختہ ہے}

عشق الہی کے دلائل

ایک حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے۔

كُنْتُ كَثْرًا مَّحْفِيًّا فَأَخْبَيْتُ أَنْ أَعْرِفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ

(میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ پیچھا جاؤں لہذا مخلوق کو پیدا کیا)

چنانچہ چاہت، محبت اور عشق ہی تخلیق کائنات کا سبب بنا۔

عشق شد ایجاد عالم را سبب

گوش کن اجبت ان اعرف زرب

{عشق ہی ایجاد عالم کا سبب ہے پس تو رب کی بات پر کان لگا کہ میں نے چاہا کہ پیچھا جاؤں}

دلیل 1

اللہ تعالیٰ کو مومنین سے محبت ہے اسی لئے ارشاد فرمایا۔

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا

(اللہ دوست ہے ایمان والوں کا)

حالانکہ بندے نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوا پس حق تو یہ بننا تھا کہ کہا جاتا ایمان والے اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ مگر فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ دوست ہے ایمان والوں کا۔ اس عزت افزائی پر انسان کیوں نہ قربان جائے کہ اللہ تعالیٰ نے دوستی کی نسبت اپنی طرف کی۔

قرآن مجید میں ایک جگہ وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو پیدا کر دیگا۔

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ

(اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے)

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے تذکرے کو مقدم کیا ہے۔

دلیل 2

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ
(بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو

جنت کے بدلے خرید لیا ہے)

دستور یہ ہے عام آدمی اگر کوئی چیز خریدنا چاہے اور اسے پہلے سے پتہ بھی چل جائے کہ اس چیز میں کیا کیا عیب ہیں پھر بھی خرید لے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ چیز اپنے نقائص کے باوجود اس آدمی کو اچھی لگی۔ اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا تو اسے اس کے عیوب کا پہلے سے پتہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ ”ضعیفا“ (کمزور) ”عجولا“ (جلد باز) ”هملوا“ (بھگڑالو) ”منوا“ (منع کرنیوالا) اور ”جزوا“ (جزع فزع کرنیوالا) ہے مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کے بدلے میں اسے خرید لیا۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں سے محبت کرتے ہیں جو ایمان والے ہوتے ہیں۔

دلیل 3

حضرت بایزید بسطامی فرمایا کرتے تھے۔

المحبة استقلال الكثير من نفسك و استكثار القليل من حبيبك

(محبت یہ ہے کہ اپنی دی ہوئی زیادہ چیز کو تھوڑا سمجھنا اور محبوب کی عطا کردہ

تھوڑی چیز کو زیادہ سمجھنا)

اس اصول کے مطابق اگر قرآن مجید میں غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اتنی نعمتوں سے نوازا ہے کہ ان نعمتوں کو شمار بھی نہیں کیا جاسکتا۔

وَأَنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصَوْهَا

(اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو نہیں کر سکتے)

مگر اتنا سب کچھ عطا فرمانے کے باوجود جب دنیا کا تذکرہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ (آپ کہہ دیجئے کہ دنیا کی متاع تھوڑی ہے)
گویا اپنی طرف سے زیادہ دی ہوئی چیز کو تھوڑا کہا اور جب بندوں نے اپنے پروردگار کا ذکر کیا تو اگرچہ یہ ذکر محدود تھا مگر اس پر اللہ تعالیٰ نے کثیر کا لفظ استعمال کیا۔ فرمایا۔

وَالَّذَاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا (کثرت سے ذکر کرنے والے)

تو یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مومنین سے محبت ہے۔

نتیجہ: جب اللہ تعالیٰ کو ایمان والوں سے محبت ہے تو اس محبت کا عکس مومنین کے دلوں پر اسی طرح پڑتا ہے کہ مومنین کے دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ

(ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہوتی ہے)



باب 2

عشق الہی کے اثرات

عشق الہی کی برکات اتنی زیادہ ہیں کہ جس انسان کے دل میں یہ پیدا ہو جاتی ہیں اس کے سر سے لے کر پاؤں تک کو منور کر دیتی ہیں۔

چہرے میں تاثر

عاشق صادق کا چہرہ عشق الہی کے انوار سے منور ہوتا ہے عام لوگوں کی نظریں جب اس کے چہرے پر پڑتی ہیں تو ان کے دل کی گرہ کھل جاتی ہے۔

● ایک مرتبہ کچھ ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ دوسرے لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا تو انہوں نے علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے چہرے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ چہرہ کسی بھو نے شخص کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ چونکہ یہ مسلمان ہے لہذا ہم بھی مسلمان بن گئے ہیں۔

● حضرت مرشد عالم ایک مرتبہ حرم شریف میں تھے کہ آپؐ کی نظر حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کے چہرے پر پڑی۔ آپؐ نے ان سے ملاقات کی اور پوچھا کہ قاری صاحب آپؐ نے ایسا نورانی چہرہ کیسے بنایا؟ انہوں نے مسکرا کے کہا یہ میں نے نہیں بنایا میرے شیخ نے بنایا ہے۔

حدیث پاک میں اللہ والوں کی پہچان یہ بتائی گئی ہے کہ اَلَّذِينَ اِذَا رَاَوْاْ ذِكْرَ اللّٰهِ (وہ لوگ جنہیں تم دیکھو تو اللہ یاد آئے) گویا اللہ والوں کے چہروں پر اسے انوار ہوتے ہیں کہ انہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے۔ قرآن مجید میں صحابہ کرامؓ کے بارے میں ہے۔ سَبَّحَهُمْ فِيْ وَجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (ان کی نشانی ان کے چہروں میں ہے سجدے کے اثر سے) گویا سجدوں کی عبادتیں چہرے پر نور بنا کر سجادی جاتی ہیں۔

● بعض صحابہ کرامؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب نبی اکرم ﷺ کی طبیعت بہت زیادہ ناساز تھی اور حضرت ابو بکرؓ نماز کی امامت کروا رہے تھے تو ایک نماز کے بعد نبی اکرم ﷺ نے گھر کا دروازہ کھول کر مسجد میں دیکھا تو ہمیں آپ ﷺ کا چہرہ یوں لگا کائنۃ و راقۃ مٹضح (جیسے وہ قرآن کا ورق ہو)۔ حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب غار ثور میں حضرت ابو بکرؓ اپنی گود میں نبی اکرم ﷺ کا سر مبارک لے کر بیٹھے تھے اور ان کے چہرہ انور کو دیکھ رہے تھے تو فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے تصور میں یوں لگتا ہے کہ اے ابو بکرؓ میری گود رحل کی مانند ہے اور نبی اکرم ﷺ کا چہرہ انور قرآن کی مانند ہے اور اے ابو بکرؓ تو قاری ہے جو بیٹھا قرآن پڑھ رہا ہے۔

● ایک مرتبہ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقائیؒ نے فرمایا کہ بایزید بسطامیؒ کے چہرے پر اتنا نور تھا کہ جو دیکھتا تھا اس کے دل کی گرہ کھل جاتی تھی۔ ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ ابو جہل نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو اس کے دل کی گرہ نہ کھلی تو آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ بایزید بسطامیؒ کے چہرے کو دیکھ کر لوگوں کے دل کی گرہ کھل جاتی تھی۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقائیؒ نے فرمایا، ارے نامعلوم ابو جہل نے نبی اکرم ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھا ہی کب تھا؟ وہ شخص حیران ہو کر کہنے لگا کہ دیکھا کیوں

نہیں تھا؟ فرمایا ابو جہل نے محمد بن عبد اللہ کو دیکھا تھا اگر ایک مرتبہ بھی محمد رسول اللہ ﷺ سمجھ کر نگاہ ڈال لیتا تو ہدایت سے محروم نہ رہتا۔

● حضرت عبد اللہ بن سلامؒ یہود کے بڑے عالم تھے۔ نبی اکرم ﷺ سے تین سوالات پوچھنے کی نیت سے آئے مگر چہرہ انور کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیا۔ کسی نے پوچھا کہ آپ آئے تو کسی اور مقصد سے تھے یہ کیا ہوا۔ نبی اکرم ﷺ کے چہرہ انور کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ واللہ هذا الوجه ليس وجه الكذاب (اللہ کی قسم یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا)

تابعین حضرات میں سے بعض حکام نے اپنے لوگوں کو کفار کے پاس جزیہ وصول کرنے کے لئے بھیجا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ پوچھا کہ کیا وجہ ہے ہمارے باپ دادا کو تو تم جزیہ دیتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں وہ لوگ آتے تھے تو ان کے کپڑے پھٹے پرانے، ان کے بال بکھرے ہوئے، آنکھوں میں رات کی عبادتوں کی وجہ سے سرخ ڈورے پڑے ہوئے ہوتے تھے مگر چہروں پر اتنا رعب ہوتا تھا کہ ہم آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ تم میں وہ اوصاف نہیں، جاؤ ہم تمہیں کچھ نہیں دے سکتے۔

نگاہ میں تاثیر

عاشق صادق کی نگاہ اتنی پر تاثیر ہوتی ہے کہ جہاں پڑتی ہے اپنا اثر چھوڑ جاتی ہے۔ بقول شخصے

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی

بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

● حضرت خواجہ غلام حسن سواگؒ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں میں سے تھے۔

زبان میں تاثیر

عاشق صادق کی زبان میں ایسی تاثیر ہوتی ہے کہ ایک طرف تو اس سے نکلی ہوئی دعا اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول کر لی جاتی ہے۔ دوسری طرف ان کی بات مخلوق کے دل میں اترتی چلی جاتی ہے۔ عام انسان وہی بات کرے تو دوسرے پر اثر نہیں ہوتا مگر سوز عشق رکھنے والا اگر وہی بات کریگا تو دل کی گہرائیوں میں اترتی چلی جائے گی۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

حضرت شاہ عبدالقادر گیلانیؒ کے صاحبزادے تحصیل علم سے فارغ ہو کر گھر آئے تو ایک محفل میں حضرت نے اسے فرمایا کہ بیٹا یہ سالکین کی جماعت تمہارے ساتھ بیٹھی ہے انہیں کچھ نصیحت کرو۔ صاحبزادے نے علوم و معارف سے بھرپور وعظ کیا مگر لوگ شس سے مس نہ ہوئے۔ بالآخر حضرت نے فرمایا، فقیر واکل ہم نے دودھ رکھا تھا کہ مہری کریں گے مگر بلی آئی اور اسے پی گئی۔ بس یہ بات سنتے ہی سب لوگ دھواڑیں مار مار کر رونے لگ گئے۔ محفل کے اختتام پر گھر پہنچے تو حضرت نے صاحبزادے سے فرمایا کہ بیٹا تم نے اتنا اچھا بیان کیا مگر کسی کے کان پر جوں تک نہ رہی۔ میں نے عام بات کہی تو لوگوں پر گریہ طاری ہو گیا۔ صاحبزادے نے کہا ابا جان یہ تو آپ ہی سمجھا سکتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جب دل سوز عشق سے بھرا ہو تو زبان سے نکلی ہوئی ہر بات میں تاثیر ہوتی ہے۔

ان کی خدمت میں کوئی کافر آتا اور یہ اس کی طرف نگاہ بھر کر دیکھتے تو وہ مسلمان ہو جاتا۔ ایسے کئی نوجوان ہندو مسلمان بن گئے ہندوؤں نے ان کے خلاف مقدمہ درج کر دیا کہ یہ آدمی ہمارے نوجوانوں کو زبردستی مسلمان بناتا ہے۔ چنانچہ حضرت کو عدالت میں طلب کیا گیا۔ آپ تشریف لے گئے اور پوچھا کہ مجھے کس وجہ سے بلایا گیا ہے۔ مجسٹریٹ نے کہا کہ آپ پر الزام یہ ہے کہ آپ ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بناتے ہیں۔ حضرت خواہ یہ سن کر بہت حیران ہوئے۔ پھر ایک طرف دعویٰ دائر کرنے والے ہندو کھڑے تھے ان کی طرف متوجہ ہو کر ایک سے پوچھا کہ ارے میاں کیا میں نے آپ کو مسلمان بنایا ہے؟ اس نے جواب میں کلمہ پڑھ دیا۔ پھر دوسرے کی تیسرے اور چوتھے کی طرف اشارہ کیا تو سب نے کلمہ پڑھ دیا۔ مجسٹریٹ خود ہندو تھا اس کو ڈر ہوا کہ کہیں میری طرف بھی اشارہ نہ کر دیں۔ کہنے لگا بس بس بات سمجھ میں آگئی۔ مقدمہ خارج کر کے آپ کو باعزت بری کیا جاتا ہے۔

⑩ حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے دہلی کی ایک مسجد میں اٹھارہ سال استغفار کی نیت سے گزارے۔ اسی دوران میں قرآن مجید کا ترجمہ بھی مکمل کیا۔ جب مسجد سے باہر نکلے تو سامنے ایک کتے پر نظر پڑ گئی۔ اس کی یہ حالت ہو گئی کہ جذب طاری رہتا۔ دوسرے کتے اس کے پیچھے چلتے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ العین حق (نظر لگنا حق ہے) صحابہ کرامؓ میں سے بعض کو نظر لگی تو نبی اکرم ﷺ نے اسے اتارنے کا طریقہ بتایا۔ سوچنے کی بات ہے کہ جس نظر میں حسد ہو کینہ ہو بغض ہو اگر وہ اثر کر سکتی ہے تو عشاق کی وہ نگاہ جس میں اخلاص ہو رحمت ہو شفقت ہو وہ اپنا اثر کیوں نہیں دکھا سکتی؟

مٹی میں تاثیر

انسان تو پھر بھی گوشت پوست کا بنا ہوا دھڑکنے والا دل اپنے سینے میں رکھتا ہے۔ عشق تو ایسی چیز ہے کہ مٹی میں مل جائے تو اسے یادگار بنا دیتا ہے۔ تاج محل اور مسجد قرطبہ کس لئے مشہور و معروف ہیں، انہیں کس نے یادگار بنایا۔ یہ مٹی کی بنی ہوئی عمارتیں تاریخ کی کتابوں کی زینت کیوں بنیں۔ اس لئے کہ ان کی تعمیر میں عشق کا جذبہ شامل تھا۔

عشق نے آباد کر ڈالے ہیں دشت و کوہسار



باب 3

دنیا میں عشاق کی حالت

رب کائنات کا فرمان ہے۔

وَبَلَّكَ الْاٰثَامُ نَذَاوِلَهَا بَيْنَ النَّاسِ

(ہم یہ ایام انسانوں کے درمیان اودلتے بدلتے رہتے ہیں)

انسانی زندگی کے سمندر کا تلاطم حالات کی موجوں کے اتار چڑھاؤ سے وجود میں آتا ہے۔ کبھی بہار ہے تو کبھی خزاں، کبھی وصل ہے تو کبھی جدائی، کبھی قرب ہے تو کبھی بعد، کبھی صحت ہے تو کبھی بیماری۔ حالات کبھی ایک جیسے نہیں رہتے۔ بقول علامہ اقبالؒ

سکون محال ہے قدرت کے کارخانے میں

ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

پس بدلتے حالات کے پیش نظر عاشق کی کیفیات بھی متاثر ہوتی ہے۔ لہذا کبھی اسے خوشی ہے تو کبھی غم، کبھی قبض ہے تو کبھی بربط، کبھی محبوب کی طرف سے لطف و کرم ہے تو کبھی قہر و عتاب، کبھی جوش جنوں تو کبھی بحر پر سکون۔ بقول شاعر

کبھی جوش جنوں ایسا کہ چھا جاتے ہیں صحرا پر

کبھی ذرے میں گم ہو کر اسے صحرا سمجھتے ہیں

تاہم یہ طے شدہ بات ہے کہ احوال و کیفیات جیسی بھی ہوں عاشق صادق ہر حال

میں اپنے محبوب سے راضی رہتا ہے۔ یہی سوچتا ہے کہ

لطف بجن دم بدم قہر بجن گاہ گاہ

ایں بھی بجن واہ واہ اوں بھی بجن واہ واہ

{ محبوب کی عنایت تو ہر دم لیکن محبوب کی سختی کبھی کبھی یہ بھی اے محبوب واہ

واہ وہ بھی اے محبوب واہ واہ }

عشاق کی کیفیات

راہ عشق کے مختلف حالات میں عاشق کی مختلف کیفیات کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

① - عاشق شوق و وصل میں اس قدر تر پتا ہے کہ کسی کڑوٹ چین اور اطمینان نہیں ہوتا۔

اس کا کام یاد دلبر میں لگے رہنا ہی ہوتا ہے۔

مجھ کو نہ اپنا ہوش نہ دنیا کا ہوش ہے

بیٹھا ہوں مست ہو کے تمہارے جمال میں

تاروں سے پوچھ لو میری روداد زندگی

راتوں کو جاگتا ہوں تمہارے خیال میں

② - جب ادا سی غالب ہوتی ہے تو رونے دھونے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ رونا

عشق کی شان بڑھاتا ہے اور روٹھے یار کو مناتا ہے۔

خود تو پردے میں ہیں اور ذوق نظر دیتے ہیں

اور بھی تیز میرے شوق کو کر دیتے ہیں

پہلے خود آگ لگا جاتے ہیں آکر دل میں

پھر بجھانے کے لئے دیدہ تر دیتے ہیں

③ - عاشق کی تمنا ہوتی ہے کہ محبوب اس کی طرف محبت بھری نگاہوں سے دیکھ لے وہ

پروردگار عالم کی طرف سے رحمت کا منتظر ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ میرا کام فقط ایک نگاہ

بلکہ نیم نگاہ پر موقوف ہے۔

خدارا سوئے مشتاقاں نگاہے

پیا پے گر نہ باشد گاہے گاہے

نگاہے کن کہ امید از کہ دارم

کہ دارم از تو امید نگاہے

{ خدا کے لئے عاشقوں کی طرف ایک نظر ہی کر دیجئے چلو ہمیشہ نہ کسی کبھی

کبھی ہی کسی۔ ایک نگاہ کر کہ جو امید میں رکھتا ہوں تجھی سے ایک نظر کی

امید رکھتا ہوں }

④ - وصل یار سے بڑھ کر کوئی لعت نہیں ہو سکتی۔ اس کے سوا ہر چیز فضول اور بے معنی

نظر آتی ہے۔ اس کی خاطر وہ ہر چیز لانے کو تیار ہوتا ہے۔

بجز از وصل ہر چیزے فضول است

ز صد دنیا مرا وصلے قبول است

زمن پرسی دخول جنتے صحت

وصال دوست در جنت دخول است

{ وصل کے سوا ہر چیز فضول ہے سو دنیا کے بدلے ایک وصل قبول ہے مجھ

سے تو پوچھتا ہے دخول جنت کیا ہے، دوست کی ملاقات ہی جنت میں

داخل ہے }

⑤ - اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت جس طرف ہو جاتی ہے وہیں بہار آ جاتی ہے۔ خزاں کا

موسم ان کے اعراض (بے پروائی) کا دوسرا نام ہے۔

یہ خزاں کی فصل کیا ہے فقط ان کی چشم پوشی

وہ اگر نگاہ کر دیں تو ابھی بہار آئے

⑥۔ محبوب کی عنایت ہوتی ہے تو عاشق صادق روتا ہے۔ یہ غم کے آنسو نہیں ہوتے

بلکہ خوشی کے آنسو ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ محبت کی خوشیاں اور محبت کا ماتم آنسوؤں

سے بھی کیا جاتا ہے۔ انسان کا دل تو پھر بھی گوشت کا بنا ہوتا ہے محبوب کی نظر تو پتھر میں

بھی اثر کر دیتی ہے۔

حسینے کرد سوئے من نگاہے

نمی دارم دگر کارے جز آہے

گناہم چیست قلب من لحم است

نگاہ او کند در سنگ راہے

{ایک حسین نے میری طرف نگاہ کی بس اب میرا کام آہیں بھرنا ہی رہ

گیا۔ میرا گناہ کیا ہے میرا دل گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، اس کی نگاہ تو پتھر میں

سوراخ کر ڈالتی ہے}

⑦۔ ہجر کی کیفیت میں عاشق کا دل پارہ پارہ ہوتا ہے۔ عاشق صادق کو ہجر کی حالت

میں کسی طرح بھی آرام نہیں آتا۔

دل ما دلیرا دیوانہ تست

بیا بے فکر خانہ خاصہ تست

تو از شہد و شکر مارا لذیذی

دل اندر ہجر دات دات تست

{اے محبوب ہمارا دل تیرا دیوانہ ہے، بے فکر ہو کر گھر میں آجایہ تیرا ہی گھر

ہے۔ تو شہد اور شکر سے مجھے زیادہ لذیذ ہے۔ دل تیری جدائی میں ریزہ

ریزہ ہے اور یہ ریزہ بھی تیرا ہی ہے}

⑧۔ دنیا کی کوئی چیز اس کا دل نہیں لہراتی اور نہ وہ کسی چیز کو خاطر میں لاتا ہے۔ اللہ

تعالیٰ کی رضا اور اس کے وصل کے سامنے دلیل دنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

بہ شوق ماہ رویاں دل کبابم

رود عمرے دریں کار ثوابم

بہ خواب اندر نجاست جاہ و مال است

نہ عاشق پر نجاست چوں ذبابم

{حسینوں کے شوق میں میرا دل کباب ہے میری عمر کا رثواب میں گزر

رہی ہے۔ خواب میں نجاست دیکھنا جاہ و مال ہے۔ میں مکھی کی طرح

نجاست پر عاشق نہیں ہوں}

⑨۔ اگر کوئی شخص اس عاشق صادق کو نصیحت کرتا ہے کہ عشق میں دیوانگی اچھی بات

نہیں تو یہ اسے اپنا دشمن سمجھتا ہے۔

میں اسے سمجھوں ہوں دشمن جو مجھے سمجھائے ہے

بلکہ اس کا جی چاہتا ہے کہ یہ نصیحتیں کرتے والے اگر میرے محبوب حقیقی کے حسن

جمال کا ایک جلوہ دیکھ لیتا تو یہ بھی میری طرح دیوانہ بن جاتا۔

مرا طعنہ وہد واعظ ہشتات

تو یک پارے بسوئے او نظر کن

وراماند ما دیوانہ کرداں

تکبر از دماغ او بدر کن

{واعظ مجھے تیرے عشق کے طعنے دیتا ہے۔ اے محبوب تو ایک نظر اس پر بھی ذرا ڈال دے۔ اسے بھی میری طرح اپنا دیوانہ بنالے اور اس کے دماغ سے تکبر کو دور کر دے۔ چلا ہی ہجر میں سوتا حرام ہے لہذا تو ہجر کی رات کو فریاد کرتے کرتے صبح کر دے}

دوستاں منع کنندم کہ چرا دل بتو دادم
باید اول بتو گفتن کہ چنیں خوب چرائی
{مجھے دوست منع کرتے ہیں کہ میں نے تجھے دل کیوں دیا ہے حالانکہ انہیں پہلے تجھے کہنا چاہئے تھا کہ تو اتنا حسین کیوں ہے}

10. عاشق صادق کے لئے اپنے اور پرانے کی پہچان کا معیار اس کا محبوب ہونا ہے۔ اگر اس کا دشمن بھی اس کے محبوب سے محبت کرے تو یہ اسے اپنا دوست سمجھتا ہے اور اگر اس کا دوست اس کے محبوب حقیقی سے بیگانہ ہے تو یہ اسے پرانا سمجھتا ہے۔

سودائے تو اندر دل دیوانہ ماست
ہر جا کہ حدیث تست افسانہ ماست
بیگانہ کہ از تو گفت آں خویش من است
خویشی کہ نہ ازہ تو گفت بیگانہ ماست

{تیرا عشق ہمارے دیوانے دل میں یوں ہے جہاں تیری بات چلی ہمارا افسانہ بن گیا جو اجنبی تیرے بارے میں بات کرے وہ میرا اپنا ہے جو میرے تعلق والا تیری بات نہ کرے وہ ہمارا بیگانہ ہے}

11. عاشق کو محبوب کی یاد سے راحت ملتی ہے۔ محبوب کا نام بار بار لینے سے اس کے دل کو سکون ملتا ہے۔

کتنی تسکین ہے وابستہ ترے نام کے ساتھ
نیند کانٹوں پہ بھی آجاتی ہے آرام کے ساتھ

12. عاشق یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ محبوب کی یاد کے بغیر زندگی کے چند لمحے گزارے۔ اسے جاگنے کی حالت میں خیال یار اور سونے کی حالت میں محبوب کے خواب نظر آتے ہیں۔

بزم انجم میں قبا خاک کی پہنی ہم نے
بس مری ساری فضیلت اسی پوشاک سے ہے
خواب میں بھی تجھے بھولوں تو روا رکھ مجھ سے
وہ رویہ جو ہوا کا خس و فاشاک سے ہے

13. عشق الہی ایک ایسی شراب ہے کہ جس کے جام پہ جام پی کر بھی نہ تو عاشق سیر ہوتا ہے اور نہ ہی شراب ختم ہوتی ہے۔

أَمُوتُ إِذَا ذُكِرْتُكَ ثُمَّ أَحْيَى
وَلَوْلَا مَاءُ وَطْبِكَ مَا خَيَّتُ
فَأَخْبَى بَاطِنِي وَ أَمُوتُ شَوْقًا
فَكُنْ أَحْيَى عَلَيَّكَ وَكُنْ أَمُوتُ
خَبَرْتُ الْحُبَّ كَأَمَّا بَعْدَ كَأَسِ
فَمَا نَفَذَ الشَّرَابُ وَلَا رَوَيْتُ

{جب میں تجھے یاد کرتا ہوں مر جاتا ہوں اور پھر زندہ ہوتا ہوں، اگر تیرے وصل کا آب حیات نہ ہوتا تو میں زندہ نہ ہوتا۔ میں روحانی طور پر زندہ ہوتا ہوں اور شوق میں مر جاتا ہوں، کتنی مرتبہ زندہ ہوتا ہوں اور کتنی مرتبہ مرتا ہوں۔ میں نے محبت کی شراب کا پیالہ لے پے پیالہ پیا ہے مگر نہ

شراب سے آفاقہ ہوا نہ دیدے

14۔ عاشق کے دل میں محبوب کا نام اور عاشق کی آنکھوں میں محبوب کا تصور رہتا ہے پس اس کا دل اور اسکی آنکھیں محبوب کے لئے بے قرار ہوتی ہیں۔

لَبِئْسَ حَبِيبٌ خَبَالُهُ نَضْبُ غَيْبِي
وَ اسْمُهُ فِي ضَمَائِرِي مَكْنُونٌ
اِنْ تَذَكَّرْتَهُ فَكُنِي قَلْبُوتٌ
وَ اِنْ تَامَلْتَهُ فَكُنِي غَيُوتٌ

{میرا ایک دوست ہے جس کا خیال میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ اور اس کا نام میرے دل میں چھپا ہوا ہے۔ اگر اسے یاد کروں تو میرا سارا جسم دل بن جاتا ہے اور اگر میں اسے دیکھوں تو سارا جسم آنکھیں بن جاتا ہے} 15۔ جب عاشق صادق کو یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسکی آمد محبوب تک پہنچ رہی ہے تو اس سے اس کے دل کو تسلی مل جاتی ہے۔

عاشقان را این بود آرام جاں
کہ رساند آہ راہ تا آسمان

{عاشقوں کے دل کا آرام اس سے ہوتا ہے کہ آہ کو آسمان تک پہنچا دیتے ہیں} 16۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ جس طرح دنیا کے فاصلے قدموں کے ذریعے چل کر طے کئے جاتے ہیں اس طرح باطنی دنیا کے فاصلے آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی گرا کر طے کئے جاتے ہیں۔

ساری چمک دمک تو انہی موتیوں سے ہے
آنسو نہ ہوں تو عشق میں کچھ آبرو نہیں

17۔ عاشق کی حالت کس قدر قابلِ رحم ہوتی ہے کہ جدائی ہو تو بھی وصل کے شوق میں رونا اور اگر وصل ہو تو احساسِ تشکر میں رونا شاید عشق اور رونے میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔

عاشق واکم رونا دھونا تے بن روون نہیں منظوری
دل رووے چاہے اکھیاں روون تے وچ عشق دے رون ضروری
کئی تے روون دید وی خاطر تے کئی روندے وچ حضوری
تے اعظم عشق وچ رونا پیرا چاہے وصل ہووے چاہے دوری
{عاشق کا کام رونا دھونا ہے روئے بغیر منظوری نہیں ہے۔ دل روئے یا آنکھیں روئیں عشق میں رونا ضروری ہے۔ کچھ دیدار کے لئے روتے ہیں اور کچھ حاضری میں بھی روتے ہیں۔ اعظم عشق میں رونا ہی پڑتا ہے خواہ قرب ہو خواہ دوری}

18۔ جب آنکھیں محبوب کی متلاشی ہوں اور دل محبت سے لبریز ہو تو زبان پر بھی اسی کے فسانے رہتے ہیں۔ ایسے میں محبوب کیسے او جھل ہو سکتا ہے۔

خِیَالُکَ فِی عَیْنِی وَ ذِکْرُکَ فِی فِجْی
وَ مَثَوَاکَ فِی قَلْبِی فَاَیْنُ تَغِیْبُ

{تیرا تصور میری آنکھوں میں اور تیرا ذکر میرے منہ میں اور تیرا ٹھکانہ میرے دل میں تو کہاں غائب ہوگا}

19۔ جب سورج نکلتا ہے محبوب کی یاد دلاتا ہے جب غروب ہوتا ہے تو محبوب کی یاد دلاتا ہے۔ عاشق دوستوں کی محفل میں بیٹھتا ہے تو محبوب کے تذکرے اور اگر اسے محبوب کی طرف سے ملاقات کا پیغام ملے تو سارا آنکھوں کے بل چل کے جانے کے

لئے تیار۔

وَاللّٰهُ مَا طَلَعَتْ شَمْسٌ وَلَا غَرَبَتْ
إِلَّا وَ أَنْتَ فِي قَلْبِي وَ وَسْوَاسِي
وَلَا ذَكَرْتُكَ مَحْزُونًا وَلَا طَرِبًا
إِلَّا وَ حُكَّ مَقْرُونًا بِأَنْفَاسِي
وَلَا هَمَمْتُ بِشَرْبِ الْمَاءِ مِنْ عَطَشٍ
إِلَّا زَائِلَتْ خِيَالًا مِنْكَ فِي الْكَأْسِ
فَلَوْ قَدَرْتُ عَلَى الْإِخْيَانِ زِدْتُكُمْ
سَخْبًا عَلَى الْوُجْهِ أَوْ مَشْيًا عَلَى الزَّأْسِ

{اللہ کی قسم سورج نکلا اور نہ غروب ہوا مگر تو میرے دل اور میرے خیالات میں تھا۔ میں کسی قوم میں گفتگو کے لئے نہ بیٹھا مگر میری مجلس والوں میں تو ہی میری گفتگو تھا۔ میں نے تجھے غمی یا خوشی میں یاد نہ کیا مگر تیری محبت میری سانسوں میں ملی ہوئی تھی۔ میں نے پیاس سے پانی پینے کا ارادہ نہ کیا مگر تیرا خیال پیالے میں دیکھا۔ اگر میں آنے کی طاقت رکھتا اور میں چہرے کے بل گھسٹ کر یا سر کے بل چل کر تیری ملاقات کو آتا}

20. عام لوگ تو عبادات میں یہ پہلو بھی سامنے رکھتے ہیں کہ اس عمل کو کرنے پر اتنا اجر اور اس عمل کو کرنے پر اتنا اجر ملے گا۔ گو یہ بھی ایک کیفیت ہے مگر عاشق کا حال تو انوکھا ہوتا ہے کہ وہ فقط محبوب کی رضا کے لئے ہر کام کرتا ہے۔ بقول حضرت نثار احمد فتنی

بندگی سے ہمیں تو مطلب ہے
ہم ثواب و عذاب کیا جانیں

کس میں کتنا ثواب ملتا ہے
عشق والے حساب کیا جانیں

21. ارشاد باری تعالیٰ ہے تَكُلُّ يَوْمًا هُوَ فِي شَأْنٍ (ہر دن میں اس کے لئے نئی شان ہے)۔ جب جمال یار کا ہر دن نیا جلوہ اور نیا انداز ہوتا ہے تو عاشق صادق کے دل میں بھی ہر دن محبت کا نیا جذبہ اور نیا اہال ہوتا ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال کی کوئی انتہا اور نہ عاشق کے شوق کی کوئی انتہا۔ ایسے میں غیر کی طرف میلان ممکن ہی نہیں رہتا۔ حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

ہو کہانی مول نہ بھانویں
الف لثم دل کھس دے میاں جی
'ب' 'ت' دی میگوں لوڑ نہ کاٹی
الف کیتم بے دس دے میاں جی
ذکر اللہ دا چہرہ چلا دیں
ہنسی شاہیں شاہیں دے میاں جی
حسندیاں مردیاں یار دی رہاں
وسری ہو رہیں دے میاں جی
راکھو میڈا میں راکھو دی
روز ازل دی ہس دے میاں جی
عشقوں مول فرید نہ پھر سوں
روز نویں ہم جس دے میاں جی

{اور کوئی کہانی مجھے اچھی نہیں لگتی۔ میاں جی الف نے میرا دل چھین لیا ہے}

مجھے بت کی ضرورت نہیں ہے۔ الف نے مجھے بے بس کر دیا ہے۔ ذکر اللہ کی ضربیں لگاتے رہنا اس سے تجھے شاباش ملے گی۔ جیتے مرتے میں اپنے یار کی رہوں گی۔ اس کے علاوہ مجھے ہر قسم کی ہوس بھول چکی ہے۔ روز ازل سے وہ میرا یار ہے اور میں اس کی یار ہوں۔ اے فرید! میں عشق الہی سے ہر گز پیچھے نہیں ہٹوں گا کیونکہ مجھے تو ہر روز نیا مزہ آتا ہے { ایک دوسری جگہ محبت الہی میں عجیب اشعار کہے ہیں۔

میذا عشق وی تو میذا یار وی توں	میذا دین وی تو ایمان وی توں
میذا جسم وی تو میذا روح وی توں	میذا قلب وی توں جد جاں وی توں
میذا کعبہ قبلہ مسجد منبر	میذا مصحف تے قرآن وی توں
میڈے فرض فریضے حج زکوٰۃ	صوم صلوٰۃ اذان وی توں
میذا ذکر وی توں میذا فکر وی توں	میذا ذوق وی توں وجدان وی توں
میذا ساقول مٹھوا شام سلوڑاں	من موہن جاتان وی توں
میڈی آس امید تے کھٹیا وٹیا	میذا نکلیے مان تران وی توں
میذا دھرم وی توں میذا بھرم وی توں	میذا شرم وی توں میذا شان وی توں
میذا دکھ سکھ رون کھلن وی توں	میذا درد وی توں درمان وی توں
میذا خوشیاں دا اسباب وی توں	میڈے سواں دا سامان وی توں
میذا حسن تے بھاگ بھاگ وی توں	میذا بخت تے نام نشان وی توں
میڈے ٹھنڈے ساہ تے مونجھ متجاری	تنبواں دا طوفان وی توں
میڈی مہندی کھل مساک وی توں	میڈی سرخی بیڑا پان وی توں
میذا یاد دل برکھا کھڑیاں مگاجاں	میڈی بارش تے باران وی توں

جے یار فرید قبول کرے سرکار وی توں سلطان وی توں

{ میرا عشق بھی تو میرا یار بھی تو، میرا دین بھی تو میرا ایمان بھی تو، میرا جسم بھی تو میری روح بھی تو، میرا دل بھی تو میری جان بھی تو، میرا کعبہ قبلہ مسجد منبر، مصحف اور قرآن بھی تو، میرے فرض فریضے حج زکوٰۃ، نماز روزہ اذان بھی تو، میرا ذکر بھی تو میرا فکر بھی تو، میرا ذوق بھی تو میرا وجدان بھی تو، میرا محبوب مٹھا پیارا دلکش محبوب بھی تو، میرا سہارا اور امیدوں کا آخری بھروسہ تو ہے۔ میرا دین ایمان بھی تو میری عزت بھی تو، میری شرم بھی تو میری شان بھی تو، میرا دکھ سکھ رونا ہنستا بھی تو ہے۔ میرا درد بھی تو دوائی بھی تو ہے، میری خوشیوں کا اسباب بھی تو ہے، میری سہولتوں کا سامان بھی تو ہے، میرا حسن جوانی اور سہاگ بھی تو ہے، میرا نصیب اور نام نشان بھی تو ہے، میرے ٹھنڈے سانس اور اداسی بھی تو ہے، میرے آنسوؤں کا طوفان بھی تو ہے، میری مہندی کا جل داتن بھی تو ہے، میری سرفی بیڑا پان بھی تو ہے، میرا بادل برسات گرج چمک، میری بارش اور ییز بھی تو ہے، اے فرید! اگر یار قبول کر لے تو سہرا بھی تو ہے پادشاہ بھی تو ہے {

ہے {

22. عاشق کی تمنا ہوتی ہے کہ اسے محبوب کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کرنے کے لئے خلوت میسر آ جائے۔ اس کے لئے رات کے اندھیرے سے بہتر کوئی اور وقت نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے تہجد کے وقت اٹھنا اور مناجات کی لذت لینا اور آہوں اور سسکیوں سے یار کا منانا عاشق کا معمول ہوتا ہے۔

اٹھ فریدا ستیا تے جھاڑو دے میت

توں ستا تیرا رب جاگدا تیری کیوں نیجے پریت

{اے سوئے ہوئے فریدا اٹھ کر مسجد میں جھاڑو دے۔ تو سویا ہے رب جاگتا ہے، تیری دوستی کیسے نیجے گی}

23۔ رات کی عبادتوں کے باوجود عاشق صادق یہ سمجھتا ہے کہ مجھے جو کچھ کرنا چاہئے تھا وہ نہیں کر پایا۔ رات کو تو کتے بھی جاگ کر اپنے مالک کے گھر کا پہرہ دیتے ہیں۔ میں اگر جاگا تو کون سا کمال کیا۔

راتیں جاگیں تے شیخ سداویں

راتیں جاگن کتے تیں تو اتے

رکھا سکھا نکلا کھا کے

دینں جا رکھاں وچ ستے تیں توں اتے

در مالک دا مول نہ چھوڑن

بھانویں مارے سو سو جتے تیں تو اتے

توں نا شکرا اتے پلنگاں

تے او شاگر روڑیاں اتے تیں تو اتے

اٹھ بلہیا تو یار منالے

نہیں تے بازی لے گئے کتے تیں تو اتے

{تو رات کو جاگ کر شیخ کہلاتا ہے کتے راتوں کو جاگتے ہیں تجھ سے

اچھے، روکھا سوکھا کھا کر دن کو درختوں کے نیچے سوئے رہتے ہیں، تجھ سے

اچھے ہیں۔ مالک چاہے سو جوتے مارے وہ اس کا در نہیں چھوڑتے۔ تم

بستروں پر بیٹھ کر ناشکری کرتے ہو جب کہ وہ روڑیوں پر بھی شکر کرتے

ہیں۔ بلہیا! اٹھ اور یار منالے ورنہ کتے تجھ سے بازی لے جائیں گے}

ایک اور شاعر نے اسی مضمون کو دوسرے الفاظ میں پیش کیا ہے۔

رات دا جاگن ایہ نہ سمجھیں مل گئی ہے اولیائی

رات نوں کتے جاگ جاگ کے پہرہ دیندے بھائی

اوہ ہک ٹکڑے بد کے جاگن تو لکھ نعمت کھائی

کتے تیں توں لے گئے بازی منہ گریبان پا فقیرا

مٹ مٹ کے مٹ جا فقیرا مٹ مٹ کے مٹ جا

{رات کے جاگنے سے یہ نہ سمجھ لینا کہ تجھے ولایت مل گئی۔ بھائی رات کو

کتے جاگ جاگ کر پہرہ دیتے ہیں۔ وہ ایک ٹکڑے کے بدلے جاگتے ہیں

اور تو نے ہزار نعمت پائی ہے۔ کتے تجھ سے بازی لے گئے، اے فقیرا

گریبان میں منہ ڈال، مٹ مٹ کے مٹ جا فقیرا مٹ مٹ کے مٹ جا}

24۔ عشاق تو محبوب کی طرف سے دئے گئے غم کو خوشی سے بھی بہتر جانتے ہیں۔

ترا غم بھی مجھ کو عزیز ہے

کہ وہ تیری دی ہوئی چیز ہے

جتنا محبوب کی طرف سے عتاب ہوتا ہے اتنا ہی ان کا جنون عشق بڑھتا ہے۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت

سر دوستاں سلامت کہ تو فخر آزمائی

{دشمن کو یہ شرف نصیب نہ ہو کہ تیری تلوار سے ہلاک ہو۔ دوستوں کے سر

سلامت رہیں تاکہ تو فخر آزمائے}

بعض اوقات تو حالت جذب میں ہل من مزید کے نعرے لگاتا ہے۔

ہوا جو تیر نظر نیم کش تو کیا حاصل

مزد تو جب ہے کہ سینے کے آر پار چلے

25۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ جب محبوب کی نظر عنایت ہوتی ہے تو پھر بہار کا سماں ہوتا ہے۔ ایسے میں تو ہر شخص اپنے ہوش گم کر بیٹھے۔

مستوں پہ انگھیاں نہ اٹھاؤ بہار میں

دیکھو تو ہوش بھی ہے کسی ہوشیار میں

26۔ عاشق کو محبوب کی باتیں کرنا اتنا اچھا لگتا ہے کہ اس کا دل چاہتا ہے۔

ہوتی رہے ثنا تیرے حسن و جمال کی

اگر اسے کوئی ایسا دوست مل جائے جو سوز دل سے آشنا ہو بس پھر تو کیا کہنے۔ دو نوں کا وقت خوب گزرتا ہے۔

قیس جنگل میں اکیلا ہے مجھے جانے دو

خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

27۔ جب محبوب کے تذکرے سے عشق کے جنون کو ہوا ملتی ہے تو عاشق کا دل چاہتا ہے کہ محبوب کی زیارت کرے۔ بقول نعل سرست

گھنٹہ کھول دیدار دکھا

ہیں آیا کھ دیکھیں نوں

{ نقاب کھول کر دیدار کراؤ میں چہرہ دیکھنے آیا ہوں }

ایسے میں محبوب کے کوچہ سے آنے والی ہوا بھی نسیم سحری سے کم نہیں ہوتی۔

جان فزا تھی کس قدر یا رب ہوائے کوئے دوست

بس گنی جس سے مشام آرزو میں بوئے دوست

28۔ عاشق اپنے جذبات پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہے اسی کشمکش میں زندگی گزر جاتی ہے ہے شوق و ضبط شوق میں دن رات کشمکش دل مجھ کو میں ہوں دل کو پریشاں کئے ہوئے

عشاق کے حالات

حضرت ابراہیمؑ کا انمول واقعہ:

ایک مرتبہ حضرت ابراہیمؑ اپنی بکریوں کا ریوز چارہ ہے تھے کہ ایک آدمی قریب سے گزرا، گزرتے ہوئے اس نے اللہ تعالیٰ کی شان میں یہ الفاظ فوراً بلند آواز سے کہے۔

سُبْحَانَ ذِي الْمَلِكِ وَالْمَلَكُوتِ سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ

وَالْعَظَمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكَبَرِيَاءِ وَالْجَبَرُوتِ

(پاک ہے وہ زمین کی بادشاہی اور آسمان کی بادشاہی والا۔ پاک ہے وہ

عزت بزرگی میں اور قدرت والا اور بڑائی والا اور دیدہ بے والا)

حضرت ابراہیمؑ نے جب اپنے محبوب حقیقی کی تعریف اتنے پیارے الفاظ میں کی تو دل پھل اٹھا۔ فرمایا کہ اے بھائی! یہ الفاظ تو ایک مرتبہ اور کہہ دینا۔ اس نے کہا کہ مجھے اس کے بدلے میں کیا دیں گے۔ آپ نے فرمایا آدھار ریوز۔ اس نے یہ الفاظ دوبارہ کہہ دیئے۔ آپ کو اتنا مزہ آیا کہ بے قرار ہو کر فرمایا کہ اے بھائی! یہ الفاظ ایک مرتبہ پھر کہہ دیجئے۔ اس نے کہا اب مجھے اس کے بدلے کیا دیں گے۔ فرمایا اُقیہہ آدھار ریوز۔ اس نے یہ الفاظ دوبارہ کہہ دیئے۔ آپ کو اتنا سرور ملا کہ بے ساختہ کہہ کہ اے بھائی! یہ الفاظ ایک مرتبہ اور کہہ دیجئے۔ اس نے کہا اب تو آپ کے پاس بیٹے کے لئے کچھ نہیں

اب آپ کیا دیں گے۔ آپ نے فرمایا اے بھائی! میں تیری بکریاں چرایا کروں گا تم ایک مرتبہ میرے محبوب کی تعریف اور کردو۔ اس نے کہا، حضرت ابراہیم خلیل اللہ! آپ کو مبارک ہو میں تو فرشتہ ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ جاؤ اور میرے ظلیل کے سامنے میرا نام لو اور دیکھو کہ وہ میرے نام کے کیا دام لگاتا ہے۔ سبحان اللہ

۔ اک دم بھی محبت چھپ نہ سکی

جب تیرا کسی نے نام لیا

ابلتے تیل میں کباب بننا:

ایک مرتبہ دو تابعین کسی جہاد میں دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ فوجیوں نے انہیں اپنے بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھتا تھا جب اس نے ان دونوں حضرات کے چہروں کو دیکھا تو ان پر جو انہر دی اور شجاعت کے نمایاں اثرات دیکھے۔ اس کا جی چاہا کہ ان دونوں کو قتل کرنے کی بجائے میں ان کو اپنے دین پر آمادہ کر لوں تو یہ میری فوج کے سپہ سالار بن سکتے ہیں۔ چنانچہ اس نے دونوں حضرات کو ہنر باغ دکھائے کہ اگر تم ہمارے دین کو قبول کر لو تو تمہیں زعمی کی ہر آسائش اور سہولت مہیا کر دی جائے گی۔ جس خوبصورت لڑکی سے چاہیں گے شادی کر دی جائے گی۔ مزید برآں فوج میں اعلیٰ عہدہ پر تعینات کر دیا جائیگا۔ ان حضرات نے کہا کہ یہ فانی دنیا کی چیزیں کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ ہم اپنے دین سے ہرگز ہرگز نہیں پھریں گے۔ بادشاہ نے جب دیکھا کہ اس طرح تو دال گلتی نظر نہیں آتی تو اس نے ذرا دھمکاؤ کا حربہ آزمایا اور کہا کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو تمہیں اگلے تیل میں ڈال کر بھون دیا جائے گا۔ ان حضرات نے فرمایا "فَاقْضِ مَا أَنْتَ فَاظِنٌ" (تو کر جو کر سکتا ہے) اس نے حکم دیا کہ ایک لوہے کے بڑے کڑاہ میں تیل کو گرم کیا

جائے۔ تھوڑی دیر میں آگ بھڑکا کر تیل کو خوب ابال دیا گیا۔ بادشاہ نے دونوں سے آخری مرتبہ پوچھا کہ تم اپنا دین بدل لو تو تمہیں آزاد کر دیا جائے گا اگر نہیں تو پھر اس تیل میں جل کر کباب بننا پڑے گا۔ انہوں نے واضح الفاظ میں انکار کیا تو بادشاہ کے اشارے پر ان دونوں میں سے ایک کو اٹھا کر اگلے تیل میں ڈال دیا گیا۔ بس چشم زدن میں چند بخارات اٹھے اور وہ کباب بن گئے۔ بادشاہ نے دوسرے تابعی کی طرف دیکھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔

بادشاہ سمجھا کہ یہ خوفزدہ ہو گیا ہے اب شاید اپنا دین بدل لے۔ چنانچہ اس نے بڑے ہمدردانہ لہجے میں کہا کہ تمہارے ساتھی نے میری بات نہیں مانی تو دیکھو اس کا انجام کیا ہوا۔ اب تم اگر میری بات مان لو تو تمہیں تیل میں نہیں ڈالا جائے گا۔ وہ تابعی فرمانے لگے او بد بخت کیا تو سمجھتا ہے کہ میں موت سے گھبرار ہا ہوں، ہرگز ہرگز ایسا نہیں۔ بادشاہ نے پوچھا کہ پھر تم روئے کیوں۔ تابعی نے جواب دیا کہ مجھے یہ خیال آیا تھا کہ میری ایک جان ہے تم مجھے تیل میں ڈال دو گے تو یہ ختم ہو جائے گی۔ اے کاش کہ میرے بدن پر جتنے بال ہیں میری اتنی جانیں ہوتیں تو مجھے اتنی بار تیل میں ڈلواتا اور میں اتنی جانوں کا نذرانہ اپنے اللہ کے سپرد کر دیتا۔

۔ رہ یار ہم نے قدم قدم تمہیں داستان بنا دیا
جور کے تو کوہ گراں تھے ہم جو چلے تو جاں سے گذر گئے

ایک بوڑھا عاشق:

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک بوڑھے کو دیکھا جو تنہائی میں بیٹھا اللہ تعالیٰ سے محو گفتگو تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ الفاظ سنے "اے اللہ! میں نے سنا ہے کہ تیری بیوی نہیں، بچے نہیں۔

اے اللہ! اگر تو میرے پاس آجائے تو میں خوب خدمت کروں گا، کھانا پیش کروں گا، کپڑے دھو کر دوں گا، تجھے دہی کھلاؤں گا، مکھن کھلاؤں گا، ہائے تو بیمار ہوتا ہوگا تو دوا کون کرتا ہوگا؟ حضرت موسیٰ نے اس بوڑھے کو سمجھایا کہ اس طرح کے الفاظ کہنا تو بے ادبی اور گستاخی ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے۔ وہ بوڑھا خوف زدہ ہو گیا اور رو رو کر معافی مانگنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی نازل فرمائی اے میرے پیارے پیغمبر! میں نے آپ کو جوڑنے کے لئے بھیجا تھا توڑنے کے لئے تو نہیں بھیجا تھا۔

تو برائے فعل کردن آمدی

نے برائے فعل کردن آمدی

{تو ملانے کے لئے آیا ہے نہ کہ تو جدا کرنے کے لئے آیا ہے}

حضرت شبلیؒ کے واقعات:

عباسی دور خلافت میں اسلامی حکومت کی وسعتیں لاکھوں مربع میل کے علاقے تک پھیل چکی تھیں۔ مختلف علاقوں کے گورنر اپنے اپنے وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے حکومتی نظم و نسق چلا رہے تھے۔ اکثر اطراف و جوانب سے عدل و انصاف کی خبریں مل رہی تھیں تاہم چند علاقوں کے حالات مزید بہتر بنانے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی خلیفہ وقت نے سوچا کہ تمام گورنر حضرات کو مرکز میں طلب کیا جائے اور اچھی کارکردگی دکھانے والوں کو انعام و اکرام سے نوازا جائے تاکہ دوسروں کو بھی اصلاح احوال کی ترغیب ہو۔ چنانچہ فرمان شاهی چند دنوں میں ہر علاقے میں پہنچ گیا کہ فلاں دن سب گورنر حضرات مرکز میں اکٹھے ہوں بالآخر وہ دن آن پہنچا جس کے لئے گورنر حضرات ہزاروں میل کا سفر طے کر کے آئے تھے۔ خلیفہ وقت نے ایک خصوصی

نشست میں سب کو جمع کیا بعض اچھی کارکردگی دکھانے والوں کو خصوصی لطف و کرم سے نوازا اور بقیہ سب حضرات کو نصیحتیں کیں۔ محفل کے اختتام پر خلیفہ نے سب حضرات کو اپنی طرف سے خلعت عطا کی اور اگلے دن خصوصی دعوت کا اہتمام کیا سب کھانوں اور لذیذ پھلوں کی ضیافت سے لطف اندوز ہوئے۔ کھانے کے بعد تبادلہ خیالات اور گزارش احوال واقعی کی محفل گرم ہوئی سب لوگ انتہائی خوش تھے۔ خلیفہ وقت کی خوشی بھی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔ عین اسی وقت ایک گورنر کو چھینک آ رہی تھی وہ اسے اپنی قوت سے دبا رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک کھینک کے بعد گورنر کو دو تین چھینکیں اکٹھی آئیں تھوڑی دیر کے لئے محفل کا ماحول تبدیل ہوا۔ سب لوگوں نے اس کی طرف دیکھا چھینک آنا ایک طبعی امر ہے مگر جس گورنر کو چھینک آئی وہ سکی محسوس کر رہا تھا۔ کیونکہ اس کی ناک سے کچھ مواد نکل آیا تھا۔ جب سب لوگ خلیفہ کی طرف متوجہ ہوئے تو اس گورنر نے موقع غنیمت جانتے ہوئے اپنی خلعت کے ایک کونے سے ناک کو صاف کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ عین لمحے خلیفہ وقت اس گورنر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کی عطا کردہ خلعت کے ساتھ ناک سے نکلے ہوئے مواد کو صاف کیا گیا ہے تو اس کے غصے کی انتہاء نہ رہی خلیفہ نے گورنر کو سخت سرزنش کی کہ تم نے خلعت شاهی کی بے قدری کی اور سب لوگوں کے سامنے اس سے خلعت واپس لے لی اور اسے دربار سے باہر نکلوا دیا۔ مجلس کی خوشیاں خاک میں مل گئیں اور سب گورنر حضرات پریشان ہو گئے کہ کہیں ان کا حشر بھی اس جیسا نہ ہو۔ وزیر با تدبیر نے حالات کی نزاکت کا خیال کرتے ہوئے خلیفہ وقت سے کہا کہ آپ محفل برخاست کر دیں چنانچہ محفل ختم ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ سب گورنر حضرات اپنا رہائش گاہوں کی طرف لوٹ گئے دربار میں خلیفہ اور وزیر باقی رہ گئے۔ تھوڑی دیر دونوں حضرات خاموش رہے اور اس ناپسندیدہ واقعے پر متاسف تھے۔

تھوڑی دیر بعد دربان نے آکر اطلاع دی کہ نباوند کے علاقے کا گورنر شرف باریابی چاہتا ہے خلیفہ نے اندر آنے کی اجازت دی گورنر نے اندر آ کر سلام کیا اور پوچھا کہ چھینک آنا اختیاری امر ہے یا غیر اختیاری امر ہے؟ خلیفہ نے سوال کی نزاکت کو بھانپ لیا اور کہا کہ تمہیں ایسا پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ جاؤ اپنا کام کرو۔ گورنر نے دوسرا سوال پوچھا کہ جس آدمی نے خلعت سے ناک صاف کی اس کی سزا یہی لازمی تھی کہ بھرے دربار میں ذلیل کر دیا جائے یا اس سے کم سزا بھی دی جاسکتی تھی؟ یہ سوال سن کر خلیفہ نے کہا کہ تمہارے سوال سے محاسبہ کی بو آتی ہے تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ ایسی بات مت کرو ورنہ پھٹتاؤ گے۔ گورنر نے کہا بادشاہ سلامت! مجھے ایک بات سمجھ میں آئی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو خلعت پہنائی اور اس نے خلعت کی ناقدری کی تو آپ نے سرد دربار اس کو ذلیل و رسوا کر دیا، مجھے خیال آیا کہ رب کریم نے بھی مجھے انسانیت کی خلعت پہنا کر دنیا میں بھیجا ہے اگر میں نے اس خلعت کی قدر نہ کی تو اللہ تعالیٰ مجھے بھی روز محشر اسی طرح ذلیل و رسوا کر دیں گے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی خلعت اتار کر تخت پر پھینکی اور کہا کہ مجھے چاہیے کہ میں پہلے خلعت انسانیت کی قدر کروں تاکہ محشر کی ذلت سے بچ سکوں۔ گورنر یہ کہہ کر اور گورنری کولات مار کر دربار سے باہر نکل گیا۔ باہر نکل کر سوچا کہ کیا کروں تو دل میں خیال آیا کہ جنید بغدادی کی خدمت میں جا کر باطنی نعمت کو حاصل کرنا چاہیے۔

کئی دن کی مسافت طے کر کے حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں پہنچے تو کہا کہ حضرت! آپ کے پاس باطنی نعمت ہے آپ یہ نعمت عطا کریں چاہے اس کو مفت دے دیں یا چاہیں تو قیمت طلب کریں۔ حضرت نے فرمایا کہ قیمت مانگیں تو تم نہیں دے سکو گے اور اگر مفت دے دیں تو تمہیں اس کی قدر نہیں ہوگی۔ گورنر نے کہا پھر آپ جو فرمائیں میں وہی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا

کہ یہاں کچھ عرصہ رہو جب دل کے آئینے کو صاف پائیں گے تو یہ نعمت القا کر دیں گے۔ کئی ماہ کے بعد حضرت نے پوچھا کہ تم کیا کام کرتے ہو عرض کیا فلاں علاقے کا گورنر ہوں، فرمایا اچھا جاؤ بغداد شہر میں گندھک کی دکان بناؤ گورنر صاحب نے شہر میں گندھک کی دکان بنائی۔ ایک تو گندھک کی بدبو اور دوسرا خریدنے والے عامۃ الناس کی بحث و تکرار سے گورنر صاحب کی طبیعت بہت بیزار ہوتی، چارو ناچار ایک سال گزرا تو حضرت کی خدمت میں عرض کیا حضرت ایک سال کی مدت پوری ہو گئی ہے۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا اچھا تم دن گنتے رہے ہو جاؤ ایک سال دکان اور چلاؤ۔ اب تو دماغ ایسا صاف ہوا کہ دکان کرتے کرتے سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا مگر وقت کا حساب نہ رکھا ایک دن حضرت نے فرمایا گورنر صاحب آپ کا دوسرا سال کھل ہو گیا، عرض کیا پتہ نہیں۔ حضرت نے کشکول ہاتھ میں دے کر فرمایا جاؤ اور بغداد شہر میں بھیک مانگو۔ گورنر صاحب حیران رہ گئے۔ حضرت نے فرمایا اگر نعمت کے طلبکار ہو تو حکم کی تعمیل کرو ورنہ جس راستے سے آئے ہو ادھر سے واپس چلے جاؤ۔ گورنر صاحب نے فوراً کشکول ہاتھ میں پکڑا اور بغداد شہر میں چلے گئے چند لوگوں کو ایک جگہ جمع دیکھا اور ہاتھ آگے بڑھا دیا کہ اللہ کے نام پر کچھ دے دو انہوں نے چہرہ دیکھا تو فقیر کا چہرہ لگتا ہی نہیں تھا۔ لہذا انہوں نے کہا کام چور شرم نہیں آتی مانتے ہوئے جاؤ محنت مزدوری کر کے کھاؤ۔ گورنر صاحب نے جلی کئی سن کر غصے کا گھونٹ پیا اور قہر و رویش بر جان و رویش والا معاملہ کیا۔ عجیب بات تو یہ تھی کہ پورا سال در یوزہ گرمی کرتے رہے کسی نے کچھ نہ دیا ہر ایک نے جھڑکیاں دیں۔ یہ باطنی اصلاح کا طریقہ تھا۔ حضرت جنید بغدادی گورنر صاحب کے دل سے عجب اور تکبر نکالنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک سال مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلا کر گورنر صاحب کے دل میں یہ بات اتر گئی کہ میری کوئی وقعت نہیں اور مانگنا ہو تو مخلوق کے بجائے خالق سے مانگنا

چاہئے پورا سال اسی کام میں گزر گیا۔

ایک دن حضرت جنید بغدادیؒ نے بلا کر کہا کہ گورنر صاحب آپ کا نام کیا ہے؟ عرض کیا، ابو بکر شبلی۔ فرمایا اچھا اب آپ ہماری محفل میں بیٹھا کریں۔ گویا تین سال کے مجاہدے کے بعد اپنی مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دی مگر شبلیؒ کے دل کا برتن پہلے ہی صاف ہو چکا تھا اب حضرت کی ایک ایک بات سے سینے میں نور بھرتا گیا اور آنکھیں بصیرت سے مالا مال ہوتی گئیں چند ماہ کے اندر اندر احوال و کیفیات میں ایسی تبدیلی آئی کہ دل محبت الہی سے لبریز ہو گیا۔ بالآخر حضرت جنید بغدادیؒ نے ایک دن بلایا اور فرمایا کہ شبلیؒ آپ نہاوند کے علاقے کے گورنر رہے ہیں آپ نے کسی سے زیادتی کی ہوگی کسی کا حق دبا یا ہوگا، آپ ایک فہرست مرتب کریں کہ کس کا حق آپ نے پامال کیا ہے۔ آپ نے فہرست بنانا شروع کی حضرت کی تو جہات تھیں چنانچہ تین دن میں کئی صفحات پر مشتمل طویل فہرست تیار ہو گئی۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ باطن کی نسبت اس وقت تک نصیب نہیں ہو سکتی جب تک کہ معاملات میں صفائی نہ ہو۔ جاؤ ان لوگوں سے حق معاف کروا کے آؤ چنانچہ آپ نہاوند تشریف لے گئے اور ایک ایک آدمی سے معافی مانگی۔ بعض نے تو جلدی معاف کر دیا بعض نے کہا کہ تم نے ہمیں بہت ذلیل کیا تھا ہم اس وقت تک معاف نہیں کریں گے جب تک تم اتنی دیر دھوپ میں کھڑے نہ رہو، بعض نے کہا کہ ہم اس وقت تک معاف نہیں کریں گے جب تک ہمارے مکان کی تعمیر میں مزدور بن کر کام نہ کرو۔ آپ ہر آدمی کی خواہش کے مطابق اس کی شرط پوری کرتے ان سے حق بخشواتے رہے حتیٰ کہ دو سال کے بعد واپس بغداد پہنچے۔ اب آپ کو خافہ میں آئے ہوئے پانچ سال کا عرصہ گزر گیا تھا مجاہدے اور ریاضت کی چکی میں پس پس کر نفس مرچکا تھا۔ ”میں“ نکل گئی تھی۔ باطن

میں تو ہی تو کے نعرے تھے پس رحمت الہی نے جوش مارا اور ایک دن حضرت جنید بغدادیؒ نے انہیں باطنی نسبت سے مالا مال کر دیا، پس پھر کیا تھا آنکھ کا دیکھنا بدل گیا پاؤں کا چلنا بدل گیا دل و دماغ کی سوچ بدل گئی غفلت کے تار پود بکھر گئے۔ معرفت الہی سے سینہ پر نور ہو کر خزینہ بن گیا اور آپ عارف باللہ بن گئے۔ عشق الہی سے دل لبریز ہو گیا۔ آپ کی زندگی کے چند اہم واقعات درج ذیل ہیں۔

① ایک مرتبہ آپ تنہائی میں بیٹھے ذکر الہی میں مشغول تھے کہ ایک سالک نے آ کر کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے واصل کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا، اللہ سے؟ آپ کی زبان سے اللہ کا لفظ اتنی محبت سے نکلا کہ نوجوان کے دل کو چیر کر رکھ دیا اور اس نے وہیں گر کر جان دے دی۔ آپ پر قتل کا مقدمہ درج کر دیا گیا، گرفتار ہو گئے۔ قاضی کی عدالت میں پہنچے تو قاضی نے پوچھا شبلیؒ! تم نے ایک نوجوان کو قتل کیا ہے۔ فرمایا ہرگز نہیں، اس نوجوان نے کہا تھا کہ مجھے اللہ سے واصل کر دیجئے میں نے فقط کہا ”اللہ سے“ اور وہ اس لفظ کی تاب نہ لا سکا۔ جب قاضی صاحب نے آپ کی زبان سے اللہ کا لفظ سنا تو اس نے اپنے دل پر عجیب تاثر محسوس کیا۔ پس اس نے مقدمے سے باعزت بری کر دیا۔

② آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جو شخص آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ کا نام لیتا آپ اس کے منہ میں شیرینی ڈالتے۔ ایک شخص نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ جو شخص میرے محبوب کا نام لے میں اس منہ کو شیرینی سے نہ بھر دوں تو اور کیا کروں۔ سبحان اللہ۔

③ ایک دن لوگوں نے دیکھا کہ حضرت شبلیؒ ہاتھ میں تلوار لئے غصے میں بھرے ہوئے ایک جگہ کھڑے ہیں۔ پوچھا کہ شبلیؒ کیا بات ہے فرمایا کہ جو شخص میرے سامنے اللہ کا نام لے گا میں اسے قتل کر دوں گا۔ پوچھا کہ کیوں؟ فرمایا مجھے اب معلوم ہوا ہے کہ لوگ میرے محبوب کا نام غفلت سے لیتے ہیں اور میرے نزدیک محبوب حقیقی کا نام

غفلت سے لینا کفر ہے۔

④۔ ایک دن آپ کہیں جا رہے تھے کہ بچے آپ کے پیچھے لگ گئے اور آپ کو مجنوں سمجھ کر تنگ کرنے لگے۔ آپ ان کی طرف توجہ دیئے بغیر چلے جا رہے تھے۔ ایک لڑکے نے ٹکراٹھا کر آپ کی طرف پھینکا جو آپ کی پنڈلی پر لگا حتیٰ کہ خون نکلنے لگا۔ ایک شخص نے یہ منظر دیکھا تو بچوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر بھگا دیا اور آپ کے قریب ہوا کہ زخم کو صاف کر دے مگر یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ آپ کے جسم سے خون کا جو قطرہ زمین پر گرنا تھا اس سے اللہ کا لفظ بن جاتا تھا سبحان اللہ۔ اس جسم میں محبت الہی کتنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوگی کہ جس سے خون کا قطرہ زمین پر گرتے ہی اللہ کا لفظ بن جاتا تھا۔

⑤۔ ایک مرتبہ عید کے دن آپ نے سیاہ کپڑے پہن رکھے تھے لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیوں؟ فرمایا کہ لوگ اپنے پروردگار سے غافل ہیں اور ان کے دل گناہوں کی کثرت کی وجہ سے اسی طرح سیاہ ہو چکے ہیں جس طرح میرے کپڑے سیاہ ہیں۔

⑥۔ ایک مرتبہ آپ وضو کر کے نماز پڑھنے کے لئے مسجد جا رہے تھے کہ آپ کے دل میں الہام ہوا۔ ”شبلی! تو ایسا گستاخانہ وضو کر کے ہمارے گھر کی طرف جا رہا ہے“ آپ اسی وقت واپس مڑے کہ دوبارہ وضو کروں، الہام ہوا کہ ”شبلی! ہمارا در چھوڑ کر کدھر جائے گا“ آپ نے وجد میں آ کر زور سے کہا اللہ۔ الہام ہوا ”شبلی! تو ہمیں اپنا جوش دکھاتا ہے“ آپ خاموش ہو گئے، الہام ہوا کہ ”شبلی! تو ہمیں اپنا صبر دکھاتا ہے“ آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور رونا شروع کر دیا۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ آپ کو عاجزی کرتے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے۔

⑦۔ ایک مرتبہ آپ کے دل میں الہام ہوا کہ ”شبلی! تو چاہتا ہے کہ میں تیرے عیب لوگوں کے سامنے ظاہر کروں تاکہ تمہیں کوئی منہ لگانے والا نہ رہے“ آپ بھی ناز کی

کیفیت میں تھے، عرض کیا اے اللہ! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کی رحمت کھول کر لوگوں پر ظاہر کروں تو آپ کو دنیا میں کوئی سجدہ کرنے والا نہ رہے۔ فوراً الہام ہوا ”شبلی! تو میری بات کرنا نہ میں تیری بات کروں گا“

ان واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جن لوگوں نے ریاضت کی بھنی میں اپنے نفس کو ڈال کر کندن بنالیا ہوا ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے کتنی محبت ہوتی ہے۔
ایک معصومانہ سوال:

ایک مرتبہ سیدنا حسینؑ نے اپنے بچپن میں حضرت علیؑ سے سوال کیا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔ فرمایا ہاں۔ پوچھا کہ میرے نانا جی سے محبت ہے؟ فرمایا ہاں۔ پوچھا کہ میری امی سے محبت ہے؟ فرمایا ہاں۔ پوچھا کہ مجھ سے محبت ہے؟ فرمایا ہاں۔ سیدنا حسینؑ نے بڑی معصومیت سے کہا ابو! آپ کا دل تو گودام ہوا۔ دل میں تو ایک کی محبت ہونی چاہئے آپ نے اتنی محبتیں جمع کر رکھی ہیں۔ حضرت علیؑ نے سمجھایا کہ بیٹے تمہارا سوال بہت اچھا ہے مگر تمہارے نانا جی، تمہاری والدہ اور تم سے اس لئے محبت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی محبت کرنے کا حکم دیا ہے پس یہ سب محبتیں درحقیقت محبت الہی کی ہی شاخیں ہیں۔ یہ سن کر سیدنا حضرت حسینؑ ہنس کر ائے کہ اب بات سمجھ میں آگئی ہے۔

سمنون محبت کا حال:

حضرت سمنون محبت بڑے خوبصورت نوجوان تھے عشق الہی میں ہر وقت سرشار رہتے تھے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے وعظ و نصیحت کی درخواست کی، آپ نے محبت الہی کی اہمیت پر بیان کرنا شروع کر دیا۔ اتنے میں ایک چڑیا آ کر آپ کے کندھے پر بیٹھ گئی پھر تھوڑی دیر بعد آپ کی گود میں بیٹھ گئی۔ آپ محبت الہی کی باتیں کرتے رہے تو

وہ چڑیا پھڑکتی رہی حتیٰ کہ اس نے گود ہی میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ لوگوں نے آپ کا نام سنون محبت رکھ دیا۔

دو سال تک نام یاد نہ ہوا:

حضرت مولانا امیر حسین کاندھلویؒ کے نانا شیخ احمد حسنؒ بڑے باخدا لوگوں میں سے تھے۔ جب دارالعلوم دیوبند کا سنگ بنیاد رکھنے کا وقت آیا تو حضرت نانوتویؒ نے اعلان کیا کہ دارالعلوم کا سنگ بنیاد میں ایسی ہستی سے رکھواؤں گا جس نے ساری زندگی کبیرہ گناہ تو کیا کرنا گناہ کرنے کا ارادہ بھی نہیں کیا۔ لوگ یہ سن کر حیران ہو گئے۔ پھر حضرت نانوتویؒ نے شیخ احمد حسنؒ سے درخواست کی کہ وہ دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھیں۔ حضرت شیخ احمد حسنؒ کثرت ذکر کی وجہ سے اکثر اوقات عالم جذب میں ہوتے تھے۔ آپ کے ایک داماد کا نام تھا اللہ کا بندہ۔ وہ آپ کی خدمت میں دو سال تک رہا اور آپ کو اس کا نام یاد نہ ہوا۔ جب کبھی وہ سامنے سے گزرتا تو آپ پوچھتے ارے میاں! تم کون ہو؟ وہ عرض کرتا کہ اللہ کا بندہ ہوں، آپ فرماتے کہ ارے میاں! ابھی اللہ کے بندے ہیں تم کون ہو؟ وہ عرض کرتا کہ حضرت! میں آپ کا داماد اللہ کا بندہ ہوں۔ فرماتے اچھا اچھا۔ دو سال تک یہی سوال و جواب ہوتے رہے مگر اللہ تعالیٰ کا نام دل پر اتنا چھپا چکا تھا کہ اب کسی کا نام یاد نہ ہوتا تھا۔

جگر مراد آبادی کی سچی توبہ:

استاد جگر مراد آبادی اپنے وقت کے مشہور و معروف شاعر گزرے ہیں۔ ابتداء میں سے نوش ہی نہیں بلا نوش تھے۔ اپنے تخیلات کی دنیا میں مست رہتے تھے۔ اشعار کی بندش ایسی ہوتی تھی کہ گویا مضامین کے ستارے آسمان سے توڑ کر لائے ہیں۔ ایک مرتبہ عبدالرب نشتر سے ملنے ان کے دفتر گئے تو چڑا اسی نے معمولی لباس دیکھ کر

انہیں دفتر میں داخل ہونے سے منع کر دیا۔ استاد جگر نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی کہ میرا گورنر صاحب سے دوستانہ تعلق ہے۔ مگر چڑا اسی ماننے کے لئے تیار نہ ہوا۔ چنانچہ استاد جگر نے ایک چھوٹی سی پرچی پر لکھا۔

نشتر کو ملنے آیا ہوں میرا جگر تو دیکھ

اور چڑا اسی سے کہا کہ یہ صاحب کو صرف دکھا دو۔ جب عبدالرب نے پرچی دیکھی تو سمجھ گئے کہ نشتر اور جگر کو اتنے پیارے طریقے سے ایک مصرعے میں جمع کرنا عام بندے کا کام نہیں، ہونہ ہو یہ استاد جگر ہوں گے۔ چنانچہ وہ ملنے کے لئے خود دفتر سے باہر تشریف لائے۔ چڑا اسی ہکا بکارہ گیا۔

ایک مرتبہ استاد جگر کی ملاقات ایک مشاعرے میں حضرت خواجہ مجذوب الحسنؒ سے ہوئی۔ حضرت مجذوب کا کلام سن کر جگر صاحب بہت متاثر ہوئے کہ انگریزی تعلیم، اونچا عہدہ مگر دل میں محبت الہی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ حضرت مجذوبؒ سے پوچھا کہ جناب آپ کی ٹرکیسے مس ہوئی (مسٹر کی ٹرس ہو گئی)۔ حضرت مجذوبؒ نے فرمایا کہ حضرت اقدس تھانویؒ کی نظر کیسیا اثر کی وجہ سے۔ استاد جگر نے کہا کہ اچھا۔ حضرت مجذوبؒ نے فرمایا کہ آپ اگر ملنا چاہیں تو میں ملاقات کا بندوبست کر دیتا ہوں۔ استاد جگر نے کہا کہ میں ملنے کے لئے چلوں گا تو سہی مگر وہاں جا کر بھی بیٹوں گا۔ حضرت مجذوبؒ نے حضرت اقدس تھانویؒ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ خافہ تو ایک عوامی جگہ ہے وہاں سے نوشی کی اجازت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ میں جگر صاحب کو اپنے ذاتی مکان میں مہمان کی حیثیت سے ٹھہراؤں گا وہاں پر تنہائی میں وہ جو چاہیں کریں۔ حضرت مجذوبؒ استاد جگر کو ایک دن لے گئے، ولی کامل کی تھوڑی دیر کی محبت نے دل کی دنیا بدل دی استاد جگر نے حضرت تھانویؒ سے تین

دعائیں کروائیں۔ پہلی دعا یہ کہ میں شراب نوشی ترک کر دوں، دوسری دعا یہ کہ میں سنت رسول ﷺ کو چہرے پر سجالوں، تیسری یہ کہ میں حج کر لوں۔ جب واپس آئے تو شراب نوشی ترک کر دی اور سنت رسول اللہ ﷺ چہرے پر سجالی۔ لوگ ان کی زندگی میں اتنی بڑی تبدیلی آ جانے پر حیران ہوتے اور ملنے کے لئے آتے۔ استاد جگر نے اپنے بارے میں خود ہی ایک شعر بنا دیا۔

چلو دیکھ آئیں تماشا جگر کا

سنا ہے کہ وہ کافر مسلمان ہوا ہے

شراب نوشی یکدم ترک کر دینے سے استاد جگر کی طبیعت کافی خراب ہو گئی۔ استاد جگر کوڈا کنروں نے کہا کہ آپ آہستہ آہستہ یہ عادت چھوڑتے تو اچھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ جب چھوڑنے کی نیت کر لی تو یکدم چھوڑنا اچھا ہے اب اگر موت بھی آگئی تو انشاء اللہ توبہ قبول ہو جائے گی۔ آخرت اچھی ہو جائے گی۔ استاد جگر پر محبت الہی کا غلبہ ہونا شروع ہو گیا۔ یہ مشائخ کے ساتھ قلبی رابطے کی تاثیر تھی حتیٰ کہ یہ محبت کا اثر ان کے کلام سے بھی ظاہر ہونے لگا۔ بعض اشعار تو بڑے غضب کے ہیں۔ مثلاً

میرا کمال عشق میں اتنا ہے اے جگر

وہ مجھ پر چھا گئے میں زمانے پر چھا گیا

یہ موج و دریا یہ ریگ و صحرا یہ غنچہ و گل یہ ماہ و انجم

ذرا جو وہ مسکرا دیئے ہیں یہ سب کے سب مسکرا رہے ہیں

شب بھر کا مراقبہ:

حضرت مولانا حسین علی واہل مہجران والے حضرت خواجہ سراج الدین کے خلیفہ مجاز تھے۔ ان کی خانقاہ میں یہ معمول ہوتا تھا کہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر حضرت

ساری رات جماعت کو مراقبہ کرواتے۔ جماعت کے لوگوں کو اجازت تھی کہ جو تھک جائے وہ اٹھ کر چلا جائے۔ چنانچہ جب لوگ تھک جاتے تو ایک ایک کر کے جاتے رہتے حتیٰ کہ جب آدمی رات گزر چکی ہوتی تو آپ مراقبہ سے سر اٹھاتے دیکھتے کہ سامنے تو کوئی دوسرا نہیں ہے تو آپ اٹھ کر تہجد کی نیت باندھ لیتے۔ پوری رات یاد الہی میں بسر ہو جاتی۔

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن

بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے

تیرا ہاتھ ہاتھ میں آ گیا:

ایک بزرگ کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ان کی ملاقات ایک آتش پرست سے ہوئی۔ آتش پرست آگ جلا کر اس کی پوجا کرتا تھا۔ وہ بزرگ سمجھاتے کہ یہ مخلوق ہے خالق نہیں ہے مگر آتش پرست ماننے کے لئے تیار نہ ہوتا۔ ایک دن وہ بزرگ جلال میں آگئے اور فرمایا کہ ہم ایسے کرتے ہیں کہ ایک جگہ پر بہت زیادہ آگ جلا کر ہم اپنے ہاتھ اس میں ڈالتے ہیں جو سچا ہوگا آگ اسے نقصان نہیں پہنچائے گی۔ جب کہ جھوٹے کا ہاتھ جل جائے گا۔ وہ آتش پرست اس بات پر آمادہ ہو گیا۔ اس بزرگ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑا اور آگ میں ڈال دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ آگ نے کسی کا ہاتھ بھی نہیں جلایا وہ بزرگ بڑے پریشان ہوئے کہ اس کافر کا ہاتھ تو ضرور جلنا چاہئے تھا۔ اتنے میں الہام ہوا کہ اے میرے پیارے ہم اس کے ہاتھ کو کیسے جلاتے جب کہ اس کے ہاتھ کو آپ نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔

ایک عیسائی دو خوشخبریاں:

ایک مرتبہ ایک مسلمان اور ایک عیسائی رفیق سفر بنے۔ چونکہ دونوں نے ایک ہی

کون تجھے باہر نہیں آنے دیتا:

ایک آدمی نے مچھلی خریدی اور ایک مزدور سے کہا کہ گھر پہنچا دو تو اتنی مزدوری مل جائے گی۔ مزدور نے کہا بہت اچھا تاہم اگر راستے میں نماز کا وقت ہو گیا تو میں پہلے نماز پڑھوں گا پھر مچھلی پہنچاؤں گا۔ اس آدمی نے رضا مندی کا اظہار کیا۔ جب چلے تو کافی دور جا کر اذان ہوئی۔ مزدور نے کہا کہ حسب وعدہ میں تو نماز پڑھوں گا، آدمی نے کہا بہت اچھا میں مچھلی کے پاس کھڑا ہوتا ہوں تم جلدی سے نماز پڑھ کر آ جاؤ۔ مزدور مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ جب دوسرے لوگ نماز پڑھ کر باہر نکل آئے تو یہ مزدور نماز پڑھ رہا تھا۔ اس آدمی نے دیکھا کہ بہت دیر لگ گئی تو آواز دینے لگا اے میاں! اتنی دیر ہو گئی تمہیں کون باہر آنے نہیں دیتا؟ اس مزدور نے جواب دیا کہ جناب! جو آپ کو اندر آنے نہیں دیتا وہی مجھے باہر آنے نہیں دیتا۔ سبحان اللہ عشق و محبت والوں کا عجیب حال ہوتا ہے وہ نماز میں یوں محسوس کرتے ہیں جیسے اپنے محبوب حقیقی سے راز و نیاز کی باتیں کر رہے ہوں۔

ایک باندی کی عجیب و غریب دعا:

ایک شخص بازار جا رہا تھا کہ اس نے دیکھا ایک باندی کا مالک اسے بچ رہا ہے مگر خریدار کوئی نہیں۔ وہ باندی دیکھنے میں بہت دہلی پتلی نظر آ رہی تھی۔ اس شخص نے اس باندی کو معمولی داموں میں خرید لیا۔ جب رات کو آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ وہ باندی تہجد کی نماز پڑھ کر دعا کر رہی ہے کہ اے اللہ! آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم۔ اس شخص نے ٹوکا کہ یوں نہ کہو بلکہ یہ کہو اے اللہ مجھے تجھ سے محبت رکھنے کی قسم یہ سن کر وہ باندی بگڑ گئی اور کہنے لگی میرے آقا! اگر اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو مجھے ہماری رات مصلے پر نہ بٹھاتا اور آپ کو یوں میٹھی نیند نہ سلاتا۔ یہ کہہ کر اس باندی نے

منزل پر جانا تھا لہذا سوچا کہ اکٹھا رہنے سے سفر اچھا گزرے گا۔ ابھی منزل پر پہنچے میں دو دن باقی تھے کہ دونوں کا زور راہ ختم ہو گیا آپس میں سوچ بچار کرنے بیٹھے۔ مسلمان نے تجویز دی کہ ایک دن آپ دعا کریں کہ کھانا ملے دوسرے دن میں دعا کروں گا کہ کھانا ملے۔ عیسائی نے کہا کہ پہلے آپ دعا کریں۔ چنانچہ مسلمان نے ایک طرف ہو کر اپنے پروردگار سے دعا مانگی تو تھوڑی دیر میں ایک آدمی گرم گرم کھانے کا خوان لے کر آ گیا۔ مسلمان بہت خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے عزت رکھ لی۔ کھانا کھا کر دونوں اطمینان کی نیند سو گئے۔ دوسرے دن عیسائی کی باری تھی وہ بظاہر بڑا مطمئن نظر آ رہا تھا۔ اس نے ایک طرف ہو کر دعا مانگی تو تھوڑی دیر میں ایک آدمی گرم گرم کھانوں سے بھرے دو خوان لے کر آ گیا۔ عیسائی کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ مگر مسلمان اپنے دل میں بہت پریشان ہوا، اس کا جی ہی نہیں چاہتا تھا کہ کھانا کھائے۔ عیسائی نے دیکھا تو کہنے لگا کہ آپ کھانا کھائیں تو میں آپ کو دو خوشخبریاں سناؤں گا۔ جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو مسلمان نے پوچھا کہ بتائیں کیا خوشخبری ہے۔ عیسائی نے کہا کہ پہلی خوشخبری تو یہ ہے کہ میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہوں اور دوسری خوشخبری یہ ہے کہ میں نے یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ اگر اس مسلمان کا آپ کے ہاں کوئی مقام ہے تو آپ کھانا عطا فرما دیں۔ لہذا آج اللہ تعالیٰ نے دو خوان آپ کے اکرام کی وجہ سے عطا فرمائے۔

عاشق صادق کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی قدر و منزلت ہوتی ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ بعض اوقات مہاجرین صحابہ کے وسیلہ سے دعا مانگتے تھے۔ جب نبی اکرم ﷺ نے پردہ فرمایا تو بارش نہ ہونے کی صورت میں صحابہ کرام حضرت عباسؓ سے دعا کرواتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کرواتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ نے یہ ارادہ کیا کہ میں انگلینڈ جا کر مسلمانوں کی آزادی کے بارے میں قلمی جہاد کروں اخبار میں لکھ لکھ کر اپنا مافی الضمیر بیان کروں۔ چنانچہ آپ اس نیت سے انگلینڈ چلے گئے کہ جب تک مسلمانوں کو آزادی نہ ملے گی میں واپس نہیں جاؤں گا۔ کافی عرصہ انگلینڈ میں رہ کر قربانی دی اس دوران آپ کی بیٹی بیمار ہو گئی۔ اطباء نے کہا کہ وہ لاعلاج مرض میں گرفتار ہے لہذا چند دن کی مہمان ہے۔ ماں نے جوان بیٹی سے پوچھا کہ آپ کی زندگی کی آخری خواہش کیا ہے۔ بیٹی نے کہا کہ جی چاہتا ہے کہ آخری وقت میں ابا حضور کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کروں۔ ماں نے کہا کہ بیٹی! اپنے والد کو خط لکھو۔ بیٹی نے خط لکھا۔ حضرت مولانا محمد علی جوہرؒ نے جب وہ خط پڑھا تو اس کی پشت پر چند شعر لکھ کر واپس بھیج دیا۔

میں تو مجبور سہی اللہ تو مجبور نہیں
تجھ سے میں دور سہی وہ تو مگر دور نہیں
تیری صحت ہمیں منظور ہے لیکن ان کو
نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

حضرت علیؑ اور سیدہ فاطمہؑ کا عمل:

ایک مرتبہ حسنین کریمینؑ بہت بیمار ہوئے طبیعت سنبھل نہیں رہی تھی خاتون جنتؑ نے دونوں شہزادوں کی صحتیابی کے لئے منت مانی کہ یا اللہ دونوں بچوں کو صحت مل گئی تو ہم میاں بیوی تین دن لگا تار نفلی روزہ رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاصہ سے دونوں شہزادوں کو صحت عطا کر دی۔ چنانچہ سیدنا علیؑ اور سیدہ فاطمہؑ نے روزہ رکھنا شروع کیا جب افطار کا وقت ہوا تو دونوں کے پاس کھانے کے لئے فقط ایک روٹی تھی، اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی پوچھا کون ہے؟ تو جواب ملا کہ میں

رور و کردعا کی کہ اے اللہ اب تک میرا معاملہ پوشیدہ تھا اب مخلوق کو پتہ چل گیا ہے، تو مجھے اپنے پاس بلا لے چنانچہ وہیں مصیٰ پر بیٹھے بیٹھے اس کی روح پرواز کر گئی۔

حضرت مولانا محمد علی جوہر کے اشعار:

حضرت مولانا محمد علی جوہر کی والدہ ماجدہ حضرت خولہ مظہر جان جاناؑ سے بیعت و ارادت کا تعلق رکھتی تھیں، شیخ کی توجہ نے ان کے دل میں اسلام کی محبت کوٹ کوٹ کر بھردی تھی۔ جب انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا۔

بولی اماں محمد علی کی جان بیٹا خلافت پہ دے دو

چنانچہ حضرت مولانا محمد علی جوہرؒ نے تحریک خلافت میں زور و شور سے حصہ لیا۔ انگریز حکام نے انہیں پیغام بھیجا کہ تم اس کام سے باز آ جاؤ ورنہ تمہیں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ حضرت مولانا محمد علی جوہرؒ نے اس کے جواب میں چند اشعار لکھے۔

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لئے ہے
پر غیب میں سامان بقا میرے لئے ہے
یوں ابر سیاه پر تو فدا ہیں سبھی سے کش
پر آج کی گھنگھور گھنا میرے لئے ہے
پیغام ملا تھا جو حسین ابن علی کو
خوش ہوں کہ وہ پیغام قضا میرے لئے ہے
اللہ کے رستے میں جو ہے موت مسیحا
اکسیر یہی ایک دوا میرے لئے ہے
توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

مسکین ہوں بھوکا ہوں، اس در پر آیا ہوں کہ کچھ مل جائے۔ میاں بیوی نے سوچا کہ ہم بغیر کھائے گزارا کر لیں مگر ہمیں سائل کو خالی ہاتھ نہیں بھیجنا چاہئے۔ چنانچہ روٹی اٹھا کر سائل کو دے دی اور خود بغیر کھائے فقط پانی سے روزہ افطار کر لیا، صبح سحری بھی فقط پانی پی کر ہوئی۔ دوسرے دن حضرت علیؑ نے کچھ کام کیا مگر اجرت اتنی ملی کہ پھر دونوں کے لئے فقط ایک روٹی۔ جب افطاری کا وقت قریب آیا تو پھر دروازے پر دستک ہوئی پتہ چلا کہ ایک یتیم سائل بن کر آیا ہے اور کچھ کھانے کے لئے مانگ رہا ہے۔ میاں بیوی نے سوچا کہ ہم آج پھر کھائے بغیر گزارا کر لیں گے۔ مگر یتیم کو انکار کرنا ٹھیک نہیں۔ چنانچہ روٹی یتیم کو دے دی اور خود پانی سے روزہ افطار کر لیا سحری کے وقت بھی فقط پانی تھا۔ تیسرے دن حضرت علیؑ کچھ لے کر آئے مگر وہ بھی فقط اتنا تھا کہ میاں بیوی بمشکل افطار کر سکتے تھے۔ لیکن اس دن ایک اسیر نے دستک دی اور سوال کیا۔ گو کہ تین دن متواتر بھوکا رہنے سے سید علیؑ اور سیدہ فاطمہؑ کی اپنی حالت دیگر گوں تھی، نقاہت بہت زیادہ تھی۔ بھوک کی شدت نے مضطرب کر دیا تھا مگر اللہ کے نام پر سوال کرنے والے کو خالی بھیج دینا ان کے نزدیک مناسب نہیں تھا۔ لہذا تیسرے دن بھی روٹی اٹھا کر سائل کو دے دی اور اپنے اوپر تنگی برداشت کر لی مگر محبت الہی سے دل ایسا لبریز تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر جان دینا بھی آسان تھا یہ تو پھر روٹی کی بات تھی۔ عشاق کی زندگیوں کا ایک نمایاں پہلو یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی خاطر قربان کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔

یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیا
گر جیت گئے تو کیا کہنے گر ہار گئے تو مات نہیں



باب 4

عشق و عقل کا موازنہ

خطبات فقیر سے اقتباس درج ذیل ہے:

”حدیث پاک میں آیا ہے کہ عالم ارواح میں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت پر اپنا (دایاں ہاتھ) دست قدرت مارا تو ان کے جسم سے اولاد نکل پڑی۔ ان کے جسم بالکل انسانوں جیسے تھے مگر بہت چھوٹے تھے، مگر چہرے نورانی تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت (بایاں ہاتھ) مارا تو مزید اولاد نکلی مگر چہرے سیاہ تھے۔ حضرت آدمؑ نے ان کو دیکھا تو پوچھا کہ اے پروردگار یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ تیری اولاد ہے، جب اولاد کا لفظ سنا تو حضرت آدمؑ دوبارہ متوجہ ہوئے، پہلی نگاہ اجنبیت کی تھی اور دوسری نگاہ اپنائیت کی تھی۔ جب دوبارہ نظر ڈالی تو کچھ چہروں کو نورانی پایا اور کچھ کو سیاہ۔ چونکہ باپ کی تمنا ہوتی ہے کہ سب اولاد باکمال ہو اس لئے حضرت آدمؑ نے عرض کیا کہ لو لا سویمت یا ربی (اے پروردگار تو نے سب کو ایک جیسا کیوں نہ بنا دیا) اللہ رب العزت نے فرمایا کہ نورانی چہرے والے فریق فی الجنة ہیں اور سیاہ چہرے والے فریق فی السعیر ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اولاد آدمؑ کو مخاطب کر کے فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں) سب نے جواب دیا قَالُوا بَلٰی (کہا کیوں نہیں آپ ہی تو ہیں) یہ ہمکلامی فرماتے وقت اللہ تعالیٰ نے اولاد آدمؑ پر بغیر پردوں کے تجلی فرمائی، کلمہ عیاناً (بے پردہ تجلی فرمائی)

ہوتی۔ عقل کہتی ہے کہ محبوب کی طرف کوئی راستہ نہیں جاتا عشق کہتا ہے میں درمحبوب کے بوسے بھی لے کر آیا ہوں۔ فرزند اس شخص کو کہتے ہیں جو عقل کے بل بوتے پر قدم اتھا رہا ہو اور دیوانہ اس شخص کو کہتے ہیں جو عشق کے ہاتھوں مجبور ہو کر منزل پر پہنچنے کے لئے بے تاب ہو حضرت ثنائی فرماتے ہیں۔

لوٹ آئے جتنے فرزانی گئے
تا بہ منزل صرف دیوانے گئے
عقل کی صفت جستجو ہے اور عشق کی صفت حضور و اضطراب ہے۔
روح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب

گنبد آئینہ رنگ تیرے وجود میں حجاب
شوکت سحر و سلیم تیرے جلال کی نمود
نقر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب
شوق اگر تیرا نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو عشق و حضور و اضطراب

عقل میں عیاری ہے پس اکثرست روی کا شکار ہو جاتی ہے جب کہ عشق میں چستی ہے مقصود کی طرف لپکتا ہے۔

عشق کی دیوانگی طے کر گئی کتنے مقام
عقل جس منزل پہ تھی اب تک اسی منزل پہ ہے

عقل بعض اوقات راستہ تو دکھا دیتی ہے مگر اس میں منزل تک پہنچانے کی تاب

پس اس ہمکلامی کے موقع پر انسانیت کو دو تختے عطا کئے گئے۔ ایک تو اللہ تعالیٰ نے اپنا جمال دکھا کر سوز عشق عطا کیا اور دوسرا سوال کر کے کیف علم عطا کیا۔ پھر سوز عشق کے لئے دھڑکتا ہوا دل اور کیف علم کے لئے پھڑکتا ہوا دماغ دیا۔ پس دل کی غذا عشق ہے اور دماغ کی غذا علم ہے۔ یہ دونوں عظیم الشان نعمتیں ہیں۔ فقط عشق ہو تو بدعات سکھاتا ہے پھر علم اس میں توازن پیدا کرتا ہے۔ فقط علم ہو تو تکبر سکھاتا ہے پھر عشق اس میں تواضع پیدا کرتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عشق اور علم میں چولی دامن کا ساتھ ہے انسان کے پاس دونوں نعمتوں کا ہونا ضروری ہے اگر کسی ایک سے محروم ہو تو افراط و تفریط کا شکار ہو جائے گا۔ رہی بات عشق اور عقل کی تو یہ فسانہ بہت پرانا ہے شعراء اور ادیب حضرات نے ان کا تقابل کیا اور خوب کیا علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

نالہ ہے بلبل شوریدہ ترا خام ابھی

اپنے سینے میں ذرا اور اسے تمام ابھی
ہنستہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی
عشق فرمودہ قاصد سے سبک گام عمل
عقل سمجھتی ہی نہیں معنی پیغام ابھی

بے خطر کوڈ پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشا لے لب بام ابھی

عشق کی صفت محبوب کے اشارے پر سب کچھ لٹا دینا اور مقصود کو حاصل کرنے کے لئے تن من و دھن کی بازی لگا دینا جب کہ عقل منفعت پر نظر رکھتی ہے ہر معاملے میں نقصان سے بچ کر نفع کو تلاش کرتی ہے۔ عقل کی حد ہوتی ہے مگر عشق کی کوئی حد نہیں

نہیں ہوتی پھر وہاں عشق ہی شوق کے پروں سے اڑا کر لے جاتا ہے۔

۔ گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور

چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے

حدیث پاک ہے۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ (سب سے پہلے اللہ نے عقل کو پیدا کیا) اس کا کام حق اور باطل کی پہچان اور ہوش و حواس کو سلامت رکھنا ہے۔ جس انسان کے پاس عقل ہے اس کے پاس روشنی ہے جس سے راستہ دیکھ سکتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک مرتبہ قبر میں منکر نکیر کی سوال و جواب کی سختی کا تذکرہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا قبر میں عقل سلامت رہے گی۔ فرمایا ہاں، عرض کیا پھر پرواہ نہیں۔

حدیث پاک میں ہے مَنْ لَا عَقْلَ لَهُ لَا دِينَ لَهُ (جس کے پاس عقل نہیں اس کا دین ہی نہیں) اس سے عقل سلیم مراد ہے۔

گویا عقلمند انسان کا دین سلامت رہتا ہے، انسان ناپ تول کر سکتا ہے، اچھے برے کی تمیز کر سکتا ہے۔ ایک حدیث پاک میں عقل کے متعلق آیا ہے اَفْلَحَ مَنْ رَزَقَ لَهُ (جس کو عقل نصیب ہوئی وہ فلاح پا گیا) روز محشر جب جنہی لوگوں سے فرشتے پوچھیں گے کہ کیا دنیا میں تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا تو وہ جواب دیں گے۔ مَا كُنَّا فِيْهِ اَصْحَابِ السَّعِيْرِ (اگر ہم سنتے اور عقل رکھتے تو اہل جہنم سے نہ ہوتے) قرآن مجید میں جہاں قدرت کی نشانیوں کا ذکر ہے وہاں فرمایا گیا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَا يَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ۔

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ نفع نقصان کی سوچ اور شک اور یقین یہ سب عقل کی صفات ہیں، دین پر عمل کرنے کے لئے اس کا صحیح ہونا ضروری ہے اسی لئے

عقل سلیم کو بڑی نعمت کہا گیا ہے۔ تاہم فقط عقل کا ہونا کافی نہیں۔ گو علم کے لئے عقل کا ہونا کافی ہے مگر عمل کے لئے عشق کا ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ عقل سوچ بچار میں لگی رہتی ہے، عشق پر اعمال کا دار و مدار ہوتا ہے۔

۔ عقل کو انکار سے فرصت نہیں

عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

عقل کے پاؤں سے چل کر راستے کو طے کرنا مشکل ہے۔ وصول الی اللہ کے کئی مقامات ایسے ہیں جہاں عقل کے پاؤں لنگ ہو جاتے ہیں۔ البتہ عشق و شوق کے گھوڑے پر سوار ہو کر سرپٹ دوڑنا آسان ہوتا ہے۔ جن کاموں کو انسان ناممکن سمجھتا ہے عشق ان کو ممکن بنا دیتا ہے۔

۔ عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام

اس زمین و آسمان کو بیکراں سمجھا تھا میں



عشق حقیقی اور عشق مجازی

عشق حقیقی سے مراد اللہ تعالیٰ کا عشق اور عشق مجازی سے مراد نفسانی خواہشات کی وجہ سے مخلوق سے عشق ہے گو یا عشق حقیقی، عشق رب کائنات ہے اور عشق مجازی عشق مخلوقات ہے۔ عشق حقیقی کو اصطلاحاً عاشق مولیٰ بھی کہتے ہیں اور عشق مجازی کو عشق لیلیٰ بھی کہتے ہیں۔ عشق مولیٰ میں احوال دل کی باتیں ہوتی ہیں عشق مجازی میں آب و گل کی باتیں ہوتی ہیں۔ دل میں عشق حقیقی رکھنے والے کو عاشق صادق کہتے ہیں جب کہ دل میں عشق مجازی رکھنے والوں کو عاشق نامراد کہتے ہیں اس کے بارے میں مزید تفصیل درج ذیل ہے۔

عشق مجازی

① - عشق مجازی میں کسی مرد یا عورت کے سراپا کی دلکشی کو حسن کہتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ حسن کی سحر طرازیوں جوانی کے جنوں کو ہوا دیتی ہیں۔ حسن کی سادگی حسن کو چار چاند لگا دیتی ہے اور دنیا میں حسن سے بڑا کوئی سفارش نامہ نہیں جب حسن بوتا ہے تو بڑے بڑے دانشور گونگے ہو جاتے ہیں۔

سامنے سے جب وہ شوخ دلربا آ جائے
تھامتا ہوں دل کو پر ہاتھوں سے لٹکا جائے

۔

یزیدک وجہہ حسنا

اذا ما زدتہ نظرا

{ تیرے لئے اس کے حسن میں اضافہ کرتا ہے۔ جتنا تو اس کی طرف زیادہ
نظر کرتا ہے }

③ -

حسن ظاہر کا سانپ جب ڈس لیتا ہے تو انسان روحانی موت مر جاتا ہے
آنکھیں ہوتی ہیں مگر محبوب کے عیوب کو بھی پسندیدہ نظر سے دیکھتی ہیں۔

۔

نہ شوخی چل سکی باد صبا کی

گہرنے میں بھی زلف اس کی بنا کی

④ -

حسن ظاہر ذہلی چھاؤں کی مانند ہوتا ہے اسی لئے جس محبت کا تعلق حسن ظاہر
سے ہو وہ زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔

۔

دولت حسن جوانی عارف چلتی پھرتی چھاؤں ہے

ہم نے خود بھی یہ دیکھا تاریخ بھی یہ بتلاتی ہے

نفس

انسانی لذات کا خوگر ہے وہ انجام سے بے خوف و خطر خواہشات کو پورا
کرنے کے درپے رہتا ہے۔

۔

کان نے ہوش کو ابھایا ہے افسانوں میں

آنکھ نے دل کو پھنسا رکھا ہے ارمانوں میں

⑤ -

عاشق نامراد کو بعد کی (محبوری) ہو تو پھر فقط نظر بازی تک اکتفا کرتا ہے اور دل

② - جب کوئی صورت دل میں بس جائے تو پھر انسان کی بس ہو جاتی ہے شیطان
اس صورت کو اس طرح مزین کر کے پیش کرتا ہے کہ تکرار نظر میں جاذبیت زیادہ
ہو جاتی ہے۔

شیوہ عشق نہیں حسن کو رسوا کرنا

دیکھنا بھی تو انہیں دور سے دیکھا کرنا

⑥۔ اگر عاشق مجاز کو قرب کا موقعہ حاصل ہو تو اس کا نفس جسمانی ملاپ کا متمنی ہوتا ہے۔ ظاہر میں سچی محبت کا نعرہ لگانے والا اپنے فریب کا اظہار یوں کرتا ہے۔

نہ تو خدا ہے نہ مرا عشق فرشتوں جیسا

دونوں انسان ہیں تو کیوں اتنے حجابوں میں ملیں

⑦۔ یہ تو حقیقت ہے کہ عشق جب حسن کو ہوس پرستی اور خود غرضی کے بستر پر لے آتا ہے تو اس کی انسانیت کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ کوئی چہرہ اتنا حسین نہیں ہوتا جتنا دور سے نظر آتا ہے، کوئی آواز اتنی دلکش نہیں جتنی دور سے محسوس ہوتی ہے، تو پھر کیا حسن کی حقیقت فاصلہ ہے؟ اگر یہ سچ ہے تو پھر حسن ظاہر سے دور رہنے میں ہی بھلائی ہے۔ یہ ایک عقلی دلیل ہے۔ ورنہ عشق مجازی میں بھی عاشق اتنا قرب چاہتا ہے کہ جسمانی وصل سے طبیعت سیر نہیں ہوتی۔ یہ جو فنا فی الحسن، فنا فی العشق لوگ ہیں ان سے پوچھیں دو جسموں کے قرب کے باوجود ابھی ایک نامعلوم سی تشنگی باقی رہتی ہے اور پکارا اٹھتا ہے۔

یہ محبت کا تقاضا ہے کہ احساس کی موت

تو ملا پر نہ تیرے ملنے کا ارماں کیا

اسی تڑپ کو ایک پنجابی شاعر نے ماہے میں یوں بیان کیا ہے۔

جند سولی چڑھی رہندی قسم خدا دی چناں

سک ملایا وی نہیں لہندی

{ میری جان سولی پر لٹکی رہتی ہے، خدا کی قسم اے میرے جانے تجھے مل کر

اور آخر اس مخنی شدید تشنگی کے باعث عشق پکارا اٹھتا ہے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس گماید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

{ میں تو ہو جاؤں، تو میں ہو جائے۔ میں بدن بن جاؤں، تو جان بن

جائے۔ تاکہ اس کے بعد کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ تو اور ہے اور میں اور

ہوں }

⑧۔ رب کائنات نے مرد اور عورت کی فطرت میں ایک دوسرے کی کشش رکھ دی ہے مگر ان کے ملاپ کے لئے حدود و قیود کا تعین بھی کر دیا ہے۔ اگر ان حدود کے اندر رہ کر ملاپ ہو تو ثواب ہے اور اگر حد پھلانگ کر ملاپ ہو تو عذاب ہے۔ نفس کا تزکیہ حاصل نہ ہو تو مرد کے دماغ میں ہر وقت عورت کا خیال۔ بقول علامہ اقبال

ہند کے شاعر و صورت گرد افسانہ نویس

آہ بچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

اسی طرح عورت کے دل پر مرد کا قبضہ۔ اگرچہ دنیا اس عورت کے حسن کی تعریفیں کرتی پھرے مگر وہ خود کسی نہ کسی مرد کے حسن کی پرستار ہو جاتی ہے۔

عورت اور مرد کے عشق کی بات چل پڑے تو کچھ لوگ لیلیٰ مجنوں کی محبت کی مثال پیش کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ مجنوں کا اصل نام قیس تھا یہ سیدنا امام حسنؑ کے زمانے

میں ہوا ہے۔ لیلیٰ کی محبت میں بہت مغلوب الحال تھا۔ ایک مرتبہ سیدنا امام حسنؑ سے ملا

تو آپ نے فرمایا کہ قیس دیکھو میں نے حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ صلح کر لی ہے،

حکومت میں نے ان لوگوں کے حوالے کر دی جن کو جنت تھی۔ قیس تھوڑی دیر خاموش رہا، سیدنا امام حسنؑ نے پوچھا کیا سوچ رہے ہو؟ کہنے لگا سوچ یہ رہا ہوں کہ حکومت تو لیلیٰ کو جنتی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ انت معنوں۔ پس اس وقت سے اس کا نام مجنوں پڑ گیا۔ ایک مرتبہ مجنوں کے والد نے کہا کہ تمہاری وجہ سے مجھے بہت ذلت اٹھانی پڑتی ہے، تمہارے عشق کے قہے زبان زد عام ہیں، چلو میں تمہیں حرم شریف لے چلتا ہوں وہاں جا کر گچی توبہ کرو۔ جب مجنوں بیت ابنہ شریف کے قریب حاضر ہوا تو غلاف کعبہ پکڑ کر یہ دعا مانگنے لگا۔

الہی تبت من کل المعاصی

و لکن حب لیلی لا اتوب

{یا اللہ میں ہر گناہ سے توبہ کرتا ہوں۔ لیکن لیلیٰ کی محبت سے توبہ نہیں کرتا}

جب مجنوں کے والد نے یہ شعر سنا تو ناراض ہو کر اس کی طرف دیکھا مجنوں نے دوسرا شعر بھی پڑھ دیا۔

رب لا تسلینی حبھا ابدا

و یرحم اللہ عبدا قال امینا

{اے میرے پروردگار مجھ سے اس کی محبت مت چھین، اللہ اس بندے پر رحم کرے جو میری دعا پر آمین کہے}

ایک مرتبہ مجنوں کو کسی نے دیکھا کہ ایک کتے کے پاؤں چوم رہا ہے۔ اس نے پوچھا کہ مجنوں تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ مجنوں نے کہا کہ یہ کتا لیلیٰ کی گلی سے ہو کر آیا ہے میں اس لئے اس کے پاؤں چوم رہا ہوں۔ ایسے مغلوب الحال اور فاقہ راسخ

انسان کو مجنوں پاگل نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے۔

کسی فارسی شاعر نے یہی بات شعر میں کہی ہے

پائے سگ بوسید مجنوں خلق گفتہ ایں چہ بود

گفتہ گاہے ایں سگے در کوئے لیلی رفتہ بود

مجنوں لیلیٰ کی گلی کا طواف کیا کرتا تھا اور یہ شعر پڑھا کرتا تھا۔

اطوف علی جدران دیار لیلی اقبل دالجدار و ذالجدار
وما حب الدیار شغفن قلبی و لکن حب من مسکن الدیار

{میں لیلیٰ کے گھر کی دیواروں کا طواف کرتا ہوں کبھی یہ دیوار چومتا ہوں}

کبھی وہ دیوار چومتا ہوں۔ اور دراصل ان گھروں کی محبت میرے دل پر

نہیں چھا گئی بلکہ اس کی محبت جو ان گھروں میں رہنے والا ہے}

ایک مرتبہ حاکم شہر نے سوچا کہ لیلیٰ کو دیکھنا چاہئے کہ مجنوں اور اس کی محبت کے

فسانے زبان زد عام ہیں۔ جب سپاہیوں نے لیلیٰ کو پیش کیا تو حاکم حیران رہ گیا کہ

ایک عام سی لڑکی تھی نہ رنگ نہ روپ تھا۔ اس نے لیلیٰ سے کہا:

از در خواباں تو افزوں نیستی

گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی

{تو دوسری حسیناؤں سے زیادہ بہتر نہیں ہے۔ کہنے لگی خاموش رہ چونکہ}

مجنوں نہیں ہے}

اسی لئے عاشق نامراد یوں کہتے ہیں لیلیٰ را بہ چشم معنوں باید دید

(لیلیٰ کو مجنوں کی آنکھوں سے دیکھنا چاہئے)

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو مخلوق کے حسن کو دیکھ کر اللہ کی قدرت کا نظارہ کرتے ہیں۔

حسن خویش از روئے خوباں آشکارہ کردہ
پس بہ چشم عاشقان خود را تماشا کردہ
{اپنا حسن تو نے حسینوں کے چہرے پر ظاہر کر دیا۔ عاشقوں کی آنکھ سے تو اپنے آپ کو خود دیکھتا ہے}
عاشق نامراد کو جرم عشق میں قتل کیا جائے تو اس کی تمنا ہوتی ہے کہ میرا محبوب یہ نظارہ دیکھے۔

یہ جرم عشق تو ام سے کھند و غوغا الیست
تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشا الیست
{تیرے عشق کے جرم میں مجھے قتل کر رہے ہیں اور شور ہے، تو بھی چھت کے اوپر آ جا عجیب تماشا ہے}
9 - عاشق نامرادیوں سمجھتا ہے کہ محبوب کو دیکھنے سے میری آنکھوں کو اتنی لذت ملتی ہے کہ میرا دل حسد کرتا ہے اور محبوب کی باتیں سوچ کر میرے دل کو اتنا مزہ ملتا ہے کہ میری آنکھیں حسد کرتی ہیں۔

القلب بحسد عینی للذة النظر
و العین بحسد قلبی للذة الفکر
{دل نظر کی لذت کی وجہ سے آنکھوں کے ساتھ حسد کرتا ہے۔ اور آنکھیں فکر کی لذت کی وجہ سے دل کے ساتھ حسد کرتی ہیں}

10 - عاشق نامراد یہ سمجھتا ہے کہ محبوب کو دیکھنے سے میرے اندر نئی زندگی آ جاتی

ہے۔

ہر چند بجز و خست و بس ناتواں شدم
من ہر نظر بہ روئے تو کردم جواں شدم
{اگرچہ میں بوڑھا کمزور اور ضعیف ہو گیا ہوں، جس وقت میں نے تیری طرف نظر کی ہے تو جواں ہو گیا ہوں}

11 - عاشق نامراد محبوب کی ہر حرکت و ادا کو اچھا سمجھتا ہے اور اسے اپنے دل کی چاہت کے مطابق پاتا ہے۔

کچھ یہی محسوس ہوتا ہے و نور شوق میں
ہر ادائے دوست جیسے میرے دل کا راز ہے
حسن فانی کا فریب:

جو لوگ کسی کی شکل و صورت پر فریفتہ ہوتے ہیں وہ حقیقت میں قابل رحم اور فریب خوردہ ہوتے ہیں۔

حسن فانی کی سجاوٹ پر نہ جا
یہ منتقل سانپ ہے ڈس جائے گا

ایک ہے جسمانی ضرورت کا پورا ہونا وہ نکاح کے ذریعے ممکن ہے۔ اس کی ایک حد ہے۔ دوسرا ہے خواہشات کا پورا کرنا تو اس کی کوئی حد نہیں پس خواہشات کی تکمیل ممکن ہی نہیں۔ اسی لئے دین اسلام میں نکاح کو عبادات بنایا گیا ہے اور غیر محرم کی طرف دیکھنے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ ضرورت پوری کرو اور اسی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور قناعت کرو۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ اگر تمہاری نظر کسی غیر محرم پر پڑے اور تمہیں اس کا حسن اپنی طرف مائل کرے تو تم اپنی الہیہ سے صحبت کرو

اس لئے کہ جو کچھ اس غیر محرم کے پاس ہے وہی کچھ تمہاری بیوی کے پاس بھی ہے۔ کسی کا قول ہے کہ روشنی بجھا دو سب عورتیں برابر ہو جائیں گی۔ رہی بات شک و صورت اور نگ ڈھنگ کی تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق بہت زیادہ ہے، ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت ہے۔ ہر ٹھپہ دوسرے سے مختلف ہے انسان بھلا کتنوں کو حاصل کر سکتا ہے۔ اگر نظر پہلی ہو دل شہوت سے بھر پور ہو تو جسم انسانی اپنی خواہش پوری کرتے کرتے تھک جاتا ہے مگر ہوس ختم نہیں ہوتی شہوت ایک ایسی پیاس ہے جو کبھی بجھتی ہی نہیں۔ اس کے لئے خوف خدا سے زیادہ اکسیر دو کوئی نہیں ہے۔

حضرت تھانویؒ سے ایک صاحب بیعت ہوئے جو اپنی خواہشات کے غلام تھے اور نفس کے سامنے عاجز آ چکے تھے۔ انہوں نے خط میں لکھا کہ حضرت مجھ میں غیر محرم یا امر و پر نظر ڈالنے کی طاقت تو ہوتی ہے ہٹانے کی طاقت نہیں ہوتی۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ طاقت اس قوت کو کہتے ہیں جو اپنے اختیار سے استعمال کی جائے یا نہ کی جائے، اگر کوئی کام کرنے کی سکت تو ہو مگر نہ کرنے کی سکت نہ ہو تو اسے بیماری کہتے ہیں قوت نہیں کہہ سکتے۔ پس آپ میں غیر محرم کی طرف دیکھنے کی بیماری ہے لہذا اس بیماری کا علاج کرائیں۔ اس نے دوبارہ خط لکھا کہ حضرت اب تو پہلی نظر ہی الٹا ہوں کہ پہلی نظر معاف ہے۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ پہلی نظر بغیر ارادہ کے ہو تو معاف ہے ورنہ ارادہ تو پہلی نظر ڈالنے کی بھی اجازت نہیں۔ اس نے تیسرا خط لکھا کہ حضرت مخلوق اللہ تعالیٰ کی صفات کی آئینہ دار ہے پس میں حسینوں کو اللہ تعالیٰ کے جمال کا آئینہ سمجھ کر دیکھتا ہوں۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ ہاں حسینوں کے چہرے شیشے تو ہیں مگر آتش شیشے ہیں جو جلاتے ہیں، یاد رکھو کہ ان چہروں کو دیکھنے کی وجہ سے جہنم میں جلتا پڑے گا۔ اس نے جوابی خط لکھا کہ میں نے سچی تو بہ کر لی ہے۔

ایک صاحب اپنے پیر و مرشد کی خانقاہ میں اصلاح کے لئے قیام پذیر تھے اکثر اوقات ننگر کی خدمت میں مشغول رہتے ایک عورت کبھی کبھی کوڑا کرکٹ کی صفائی کرنے آتی تو یہ اس کی طرف للچائی نظروں سے دیکھتے۔ عورت تفتیہ نقیہ اور پاک باز تھی، اس نے حضرت کی خدمت میں جا کر پوری صورت حال بیان کر دی کہ آپ کا فلاں مرید للچائی نظروں سے میری طرف دیکھتا رہتا ہے۔ حضرت متحکم ہوئے کہ اس مرید کی اصلاح کے لئے کونسا طریقہ اختیار کیا جائے۔ اسی دوران وہ عورت اسہال کے مرض میں گرفتار ہو گئی۔ حضرت کو علم ہوا تو آپ نے اس عورت سے کہا کہ کسی ایک بیت الخلاء کو استعمال کرو تا کہ نجاست و گندگی ایک ہی جگہ رہے۔ اس نے اسی طرح کیا چند دن کے بعد اس عورت کی طبیعت تو ٹھیک ہو گئی مگر نقاہت اور کمزوری بہت زیادہ ہو گئی، ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئی۔ پھر جب صفائی کے لئے ننگر میں آئی اور ان صاحب نے دیکھا تو چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔ فادہ نے یہ بات بھی حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کر دی۔ حضرت نے ان صاحب کو بلایا اور بیت الخلاء کی طرف اشارہ کیا کہ جا کر دیکھئے وہاں آپ کا محبوب ہے۔ وہ شخص گیا جا کر دیکھا تو نجاست و گندگی کا ذہیر نظر آیا وہ صاحب حیران تھے کہ حضرت یہ گندگی کا ذہیر میرا محبوب کیسے ہوا؟ حضرت نے فرمایا کہ صفائی کرنے والی عورت پہلے تمہارے سامنے گر رتی تھی تو تم للچائی نظروں سے دیکھتے تھے۔ جب کثرت اسہال سے یہ بیمار ہوئی تو اس کے جسم سے یہی گندگی نکلے۔ بیماری کے بعد جب تم نے دیکھا تو منہ دوسری طرف پھیر لیا، معلوم ہوا کہ تمہارا محبوب یہی نجاست کا ذہیر تھا جو اس سے جدا ہو گیا تھا۔ ان صاحب نے معافی مانگی اور سچی تو بہ کر لی۔

عشق مجازی کا انجام:

۔ جو دنیا کی صورت پہ ہوتے ہیں شیدا

ہمیشہ وہ رنج و الم دیکھتے ہیں

عشق مجازی کا انجام محبت و محبوب میں جدائی اور دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی ہے۔ جو شخص مخلوق سے محبت کرے گا ایک نہ ایک دن اس سے جدا ہوگا یا جدا کر دیا جائے گا۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا ایک نہ ایک دن اللہ تعالیٰ سے ملا دیا جائے گا۔

۔ عشق بامردہ نباشد پائیدار

عشق را باجمی و باقیوم دار

{مردے کے ساتھ عشق پائیدار نہیں ہوتا۔ عشق کو جمی و قیوم کے ساتھ قائم رکھ { حدیث پاک میں ہے حَبِيبٌ مَنْ بَشَتْ لِبَانِكَ مُفَارِقَةً (تو جس سے چاہے محبت کر پس تو اس سے جدا ہو جائے گا)۔

عشق مجازی سے یاس اور حسرت کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

مرغ دل را گلشنی بہتر از کوئے یار نیست

طالب دیدار را ذوق گل و گلزار نیست

گفتم از عشق بتاں اے دل چہ حاصل کردہ

گفت ما را حاصلے جز نالہ ہائے زار نیست

{دل کے پرندے کے لئے محبوب کے کوچے کے سوا کوئی گلشن بہتر نہیں،

دیدار کے طلب گار کو پھول اور باغ کا شوق نہیں میں نے پوچھا کہ اے

دل! تو نے بتوں کے عشق سے کیا حاصل کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے نالہ و

فریاد کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا}

عاشق نامراد عشق بتاں کے ذریعے لذت و راحت تلاش کرتا ہے یہ بھلا کیسے ممکن ہے؟

۔ عشق بتاں میں اسعد کرتے ہو فکر راحت

دوزخ میں ڈھونڈتے ہو جنت کی خواب گاہیں

انسان ذرا انجام پر غور کرے تو حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے آج جو مدہ پارہ اور مدہ جبیں ہے کل وہ مردہ زیر زمین ہے۔ ذرا شکستہ قبروں پر غور کرو کہ کیسے کیسے حسینوں کی مٹی خراب ہو رہی ہے۔

شب کو جا کلا تھا اک دن مزار یار پر

اس بوجہ سے مثل ابر آکھیں مری خوبار ہیں

قبر پر الحمد پڑھ کر دوست سے میں نے کہا

ہم گریباں چاک ماتم میں تیرے اے یار ہیں

شاد ہے کچھ تو بھی زیر خاک اے نازک بدن

شمع روشن ہے گلوں کے قبر پر انبار ہیں

کیا ہوا مرنے کے بعد اے راضی ملک عدم

لوگ کیسے ہیں وہاں کے اور کیا اطوار ہیں

منزلیں نزدیک ہیں یا دور ہیں کیا حال ہے

راہ کچھ بستیاں ہیں شہر ہیں بازار ہیں

جس محل میں جا کے تو اترتا ہے اے رنگین ادا

کس طرح کا قصر ہے کیسے درو دیوار ہیں

چھت منقش کار ہے یا سادی یا رنگین ہے

تخت ہیں کیسے مطلا یا مرصع کار ہیں
پھول ہیں کس رنگ کے پتے ہیں کس انداز کے

مرغ زریں بال ہیں یا عنبریں منقار ہیں
بات کرنے کی صدا آتی ہے یا آتی نہیں

کس طرح کے لوگ ہیں سوتے ہیں یا بیدار ہیں
قبر سے آئی صدا اے دوست بس خاموش رہ

ہم اکیلے ہیں یہاں احباب نہ اغیار ہیں
وہ ہمارا ٹکڑا نازک جو تجھ کو یاد ہو

آج خاک قبر کے اس پرمنوں کے بار ہیں
اب زیادہ بات کر سکتے نہیں تو گھر کو جا

دل میں آرزو نہ ہونا کیا کریں ناچار ہیں
موت کے وقت انسان کے سامنے زندگی کی حقیقت کھل جاتی ہے، سب غرمستیاں

ختم اور سب نشے ہرن ہو جاتے ہیں یہ ہے عشق مجازی کی مہر تاک انجام۔ جس نے
زندگی کو کامیابی سے ہمکنار کرنا ہوا ہے چاہئے کہ عشق مجازی سے کنارہ کشی کرے۔

بعض حضرات نے حسن قافی سے رخ موڑ کر حسن حقیقی کی طرف قدم بڑھایا۔ دو
واقعات درج ذیل ہیں۔

① حضرت عبد اللہ بن مبارک اپنی جوانی میں زن جمیل پر فریفتہ تھے۔ ایک رات
اس نے کہا کہ میرے گھر کے باہر انتظار کرنا میں ملاقات کے لئے آؤں گی۔

آپ سرودی کی لہری رات میں جاگتے رہے، ٹھٹھرتے رہے اور انتظار کرتے رہے، وہ
عورت وعدہ کے مطابق ملنے نہ آئی۔ جب صبح کی اذان ہوئی تو آپ کے دل پر چوٹ

پڑی۔ آپ نے سوچا کہ ایک حسینہ کی خاطر ساری رات جاگتا رہا اور مجھے حسرت و
افسوس کے سوا کچھ نہ ملا۔ کاش کہ میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں ساری رات جاگتا تو مجھے
رحمت میں سے ضرور حصہ نصیب ہوتا۔ پس آپ نے سچی توبہ کی علم حاصل کر کے تزکیہ
نفس اور تصفیہ قلب کے مراحل سے گزرے اور بالآخر امیر المومنین فی اللہ بیٹ بنے۔

② ایک صاحب شہزادی کی محبت میں گرفتار ہوئے، خود بھی حسین و جمیل تھے اور
بادشاہ کے محل میں کام کرتے تھے۔ کسی نہ کسی ذریعے سے اس نے شہزادی تک اپنا

پیغام پہنچا دیا، شہزادی نے بھی اس کے حسن و جمال کے تذکرے سن رکھے تھے، وہ بھی
دل دے بیٹھی۔ دونوں کسی واسطے سے ایک دوسرے کو پیغام بھیجتے رہے مگر محل میں

ملاقات کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ بالآخر شہزادی کو ایک تجویز سوچھی اس نے اپنے
عاشق نامراد کو پیغام بھیجا کہ بادشاہ سلامت کو نیک لوگوں سے بڑی عقیدت ہے اگر

آپ نوکری چھوڑ کر شہر سے باہر ایک ڈیرہ لگائیں اور کچھ عرصہ نیکی و عبادت میں
مشغول رہیں حتیٰ کہ آپ کی شہرت ہو جائے تو پھر میں آپ سے ملنے آجایا کروں گی۔

کوئی کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہوگی۔ عاشق نامراد نے محل کی نوکری کو خیر باد کہا اور شہر کے
باہر ایک جگہ ڈیرہ لگالیا، وضع قطع سنت کے مطابق اختیار کر لی، دن رات ذکر و فکر میں

مشغول ہو گیا۔ کچھ عرصے کے بعد لوگوں میں اس کی نیکی کا خوب جہ چا ہوا، شہزادی تو
موقع کی تلاش میں تھی۔ اس نے بادشاہ سے اجازت طلب کی اور دعائیں لینے کے

بہانے سے اس عاشق نامراد سے ملنے آئی۔ ڈیرے پر پہنچ کر اس نے سب لوگوں کو
باہر کھڑا کر دیا اور خود اکیلی اندر آ گئی۔ عاشق نامراد نے اسے دیکھا تو کہا بی بی باہر

چلی جاؤ۔ آپ بغیر اجازت کیسے یہاں آ گئی ہو؟ شہزادی نے یاد دلایا کہ میں وہی
ہوں جس نے حسن و جمال پر آپ فریفتہ تھے۔ تنہائیوں میں بیٹھ کر آہیں بھرتے تھے،

ملاقات کی خاطر تڑپتے تھے، آج میں آپ سے ملنے آئی ہوں، تنہائی ہے، موقع

نخیمت سمجھو۔ اس نے منہ پھیر کر کہا بی بی وہ وقت چلا گیا میں نے تمہاری ملاقات کے لئے نیکی کی روش کو اختیار کیا تھا مگر اب میرا دل شہنشاہِ حقیقی کی محبت میں لبریز ہو چکا ہے۔ اب تمہاری طرف دیکھنا بھی مجھے گوارا نہیں۔

عشق حقیقی

ایک مرتبہ امیر تبلیغی جماعت سید انعام الحسن شاہ صاحب اجتماع کے موقع پر بیان فرما کر اپنی خواب گاہ کی طرف چلے، پیچھے پیچھے معتقدین بھی چل رہے تھے۔ حضرت نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک شخص دست بستہ پیچھے پیچھے روتا ہوا آ رہا ہے۔ چند قدموں پر حضرت نے پھر مڑ کر دیکھا تو وہ شخص بدستور روتا ہوا چلا آ رہا ہے۔ حضرت نے چند قدم آگے بڑھ کر پھر دیکھا تو وہ بدستور روتا ہوا آ رہا ہے۔ آپ نے نہایت شفقت بھرے لہجے میں فرمایا بھائی آپ کیوں رو رہے ہیں؟ میں کیا ادا کر سکتا ہوں؟ اس شخص نے جواب دیا، حضرت آپ کے عشق کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا اللہ کے بندے اس حی و قیوم کے ساتھ عشق لگا جو ہمیشہ زندہ ہے، مجھ فانی کے ساتھ عشق لگانے کی کیا ضرورت ہے، کل آخر مر جاؤں گا۔ بھائی اس ذات سے عشق لگا جو ہر عاشق کی قدر کرتی ہے تجھ جیسے میرے کتنے محبت کرنے والے ہیں، میں کس کس کی محبت کی قدر کر سکتا ہوں اس ذات سے عشق لگاؤ جو تمہارے عشق کی دنیا و آخرت میں قدر کرے۔ میں کل مر جاؤں گا تو پھر کس سے عشق کرے گا۔

عشق آں زندہ گزیر کو باقی است

وز شراب جانفزایت ساقی است

{اس حی و قیوم کا عشق اختیار کرو جو ہمیشہ ہمیش کے لئے باقی ہے اور تیرے

لئے شراب روح پرور کا ساقی ہے}

یاد رہے جو عشق و محبت مخلوق کے ساتھ اللہ کی وجہ سے ہو وہ اللہ ہی کی محبت گنی جاتی ہے، مرشد کے ساتھ محبت اللہ کی محبت ہی کی وجہ سے ہے۔

اللہ رب العزت سے محبت کرنا اور اس کے احکام بجالانا عشق حقیقی کہلاتا ہے۔ عشق حقیقی سے دنیا میں بھی کامیابی اور آخرت میں بھی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ جنہیں عشق حقیقی کا قطرہ نصیب ہو جاتا ہے دنیا ان کی نظروں میں یق ہو جاتی ہے۔ زلفِ قدسِ گران کی نظر میں دمِ خر بن جاتی ہے۔ ظاہری شکل و صورت کی چمک دمک سے وہ اپنی آنکھوں کو بند کر لیتے ہیں اور اسے دھوکا سمجھتے ہیں۔

ایک دفعہ مالک بن دینار نکمیں جا رہے تھے کہ ایک خوبصورت باندی کو دیکھا کہ زرق برق کپڑے پہنے ہوئے ناز و انداز سے جا رہی ہے۔ آپ کے دل میں خیال آیا کہ اس کو نصیحت کرنی چاہئے۔ چنانچہ آپ اس کے قریب ہوئے اور پوچھا اے باندی کیا تمہیں تمہارا آقا بیچنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا کیوں؟ فرمایا میں تمہیں خریدنا چاہتا ہوں۔ وہ باندی سمجھی کہ میرا حسن و جمال دیکھ کر اس بوڑھے کا دل بھی قابو میں نہیں رہا۔ اس نے اپنے نوکروں سے کہا کہ اس بوڑھے کو ساتھ لے چلو ہم اپنے آقا کو یہ بات ضرور سنائیں گے۔ چنانچہ آپ ان کے ساتھ چل دیئے۔ جب مالک کے گھر پہنچے تو باندی نے ہنستے مسکراتے ٹھک ٹھک کر اپنے مالک کو واقعہ سنایا کہ ایک بوڑھا بھی مجھے دیکھ کر دل دے بیٹھا، ہم اسے ساتھ لائے ہیں۔ مالک نے حضرت سے پوچھا ارے بوڑھے میاں کیا آپ یہ باندی خریدنا چاہتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا، ہاں۔ مالک نے پوچھا کتنے میں خریدو گے؟ حضرت نے فرمایا دو خشک کھجوروں کے بدلے میں۔ مالک یہ جواب سن کر حیران رہ گیا۔ پوچھنے لگا کہ اتنی تھوڑی قیمت کس مناسبت سے لگائی؟ حضرت نے فرمایا کہ اس میں عیب بہت ہیں۔ ایک تو اس کا حسن فانی ہے

ایک بزرگ اپنی مجالس میں فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے تو اللہ کی محبت کا ولولہ ایک عورت کی وجہ سے حاصل کیا۔ ایک صاحب کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ کیا معاملہ؟ چلو ذرا تحقیق تو کریں اس نے ان بزرگ سے تنہائی میں پوچھا حضرت ایہ عورت والا واقعہ کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں دارالافتاء میں بیٹھا کام کر رہا تھا ایک عورت آئی اور اس نے فتویٰ مانگا کہ مرد ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟

میں نے کہا شرعی اعتبار سے تو اس کو چار شادیوں تک کی اجازت ہے میں اسے کیسے روک سکتا ہوں؟ اس نے کہا کہ دوسرے مردوں کے لئے یہی اصول ہے لیکن آپ میرے خاوند کے لئے لکھ دیں کہ وہ اور کسی سے شادی نہیں کر سکتا۔ میں نے انکار کر دیا۔ اب ادھر سے اصرار اور ادھر سے انکار۔ ادھر سے اصرار اور ادھر سے انکار۔ بالآخر اس نے غصہ پی سانس لے کر کہا حضرت اشریت کا حکم مانع ہے ورنہ میں نقاب اٹھاتی اور آپ میرا حسن و جمال دیکھتے تو لکھنے پر مجبور ہو جاتے کہ جس شخص کی بیوی اتنی خوبصورت ہو اس کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں۔ خیر میں نے پھر بھی انکار کیا تو وہ چلی گئی مگر میرے اندر عشقِ الہی کا دھپ جلا گئی۔ اگر ایک عورت کو اپنے حسن و جمال پر اتنا ناز ہے تو اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال کا کیا عالم ہوگا؟ کیا وہ چاہے گا کہ اس کے ہوتے ہوئے انسان کسی دوسرے کی طرف محبت کی نگاہ ڈالے۔

کوئی جی بھرنے کی صورت ہی نہیں میرے لئے
کیسے دنیا بھر کے ہو جائیں حسین میرے لئے
اب تو ذوقِ حسن اپنا یوں کہے ہو کر بلند
حسن اوروں کے لئے حسن آفریں میرے لئے

ایک دن ختم ہو جانے لگا، دوسرا منقریب بوزھی ہو جائے گی منہ پر جھریاں پڑ جائیں گی تو دیکھنے کو دل نہ چاہے گا۔ چند دن نہ نہائے تو جسم سے بو آنے لگے، سر میں جوکھیں پڑ جائیں، منہ سے بھی بدبو آنے لگے، دانت گندے نظر آئیں۔ بال نہ سلجھائے تو خوفناک شکل بن جائے پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ بے وفا ایسی ہے کہ آج تمہارے پاس ہے کل جب تم مرو گے تو کسی اور کے پاس چلی جائے گی۔ مالک نے کہا یہ سب باتیں ٹھیک ہیں مگر آپ نے دو خشک کھجوروں کی قیمت کیسے لگائی؟ حضرت نے فرمایا کہ مجھے ایک خاوند ملتی ہے جس کا حسن و جمال ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ جب سکرائے تو دانتوں سے نور کی شعائیں نکلیں، کپڑے ایسے کہ ستر ہزار رنگ جھلک رہے ہوں گے، اگر اپنے کپڑے کا پلو آسمان دنیا سے نیچے کر دے تو سورج کی روشنی ماند پڑ جائے، اگر مردے سے تمکھائی کر لے تو مردہ زندہ ہو جائے۔ باوفا اتنی کہ اس کے دل میں محبت کی لہریں اٹھتی مجھے خود نظر آئیں، اگر کھارا پانی میں تھوک ڈال دے تو وہ بیٹھا ہو جائے۔ یہ باندی مجھے رات کے آخری پہر میں کھڑے ہو کر دو رکعت تہجد پڑھنے سے مل جاتی ہے۔ مالک کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اس نے کہا حضرت آپ نے میری حالت بدل دی۔

جزاک اللہ کہ چشم باز کردی

مرا با جان جاں ہراز کردی

{اللہ تجھے بدلہ دے کہ میری آنکھیں کھول دیں اور مجھے اپنے محبوب کا راز

دان بنایا}

مالک نے پتی تو پہل لی اور بقیہ زندگی کسی کے ساتھ گزاری کسی نے سچ کہا ہے
حاک ہو جائیں گے قبروں میں حسینوں کے بدن
ان کے ڈھنپیر کی خاطر راہ پیغمبری نہ چھوڑ

ایک اہم نکتہ:

اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے جس کسی کے ساتھ محبت کا حکم دیا ہے اس سے عشق کرنا درحقیقت محبت الہی ہی کی تکمیل ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَ حُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ

{اے اللہ میں آپ کی محبت چاہتا ہوں اور جو آپ سے محبت کریں ان کی بھی محبت چاہتا ہوں}

پس نبی اکرم ﷺ سے عشق کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ سے ہی عشق کرنا ہے۔ اسی طرح صحابہ اکرامؓ، اہلبیت عظام اور اولیاء کرام سے محبت کرنا بھی اسی زمرے میں شامل ہے۔ مزید برآں شیخ سے محبت کرنا بھی اسی محبت کی وجہ سے ہے حضرت شافعی کے کچھ شعر ذرا تبدیلی کے ساتھ

مدت ہوئی ہے شیخ سے چمڑے ہوئے مگر
ہوکل کی بات جیسے ہر اک بات یاد ہے
ہر شب شب برأت تھی ہر روز روز عید
تاریک دل پر نور کی برسات یاد ہے
سینے سے لگ کے پیار سے ہاتھوں کو چومنا
اب تک مجھے وہ پہلی ملاقات یاد ہے

تاہم مخلوق کی ان محبتوں میں حدود و قیود ہیں ان سے کچھ بڑھانا یا گھٹانا گناہ میں شامل ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ ﷺ سے محبت کرنا شرط ایمان ہے جب کہ بیرومرشد، ماں باپ، اور بیوی بچوں سے محبت کرنا عشق الہی ہی کی تکمیل ہے۔ پس عشق حقیقی یہ

ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہو اور جس کی محبت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس سے بھی محبت ہو۔

عشق حقیقی اور عشق مجازی کا تقابل:

● عشق حقیقی جائز اور عبادت ہے جب کہ عشق مجازی ناجائز اور گناہ ہے۔
● عشق حقیقی سے دین و دنیا آباد جب کہ عشق مجازی سے دین و دنیا برباد ہوتی ہے۔
● عشق حقیقی سے ایک نہ ایک دن وصل نصیب ہوگا جب کہ عشق مجازی میں ایک نہ ایک دن محبوب سے جدائی ہوگی۔

● عشق حقیقی سے دل منور ہوتا ہے جب کہ عشق مجازی سے دل سیاہ ہوتا ہے
● عشق حقیقی سے دل زندہ ہوتا ہے جب کہ عشق مجازی سے دل مردہ ہوتا ہے
● عشق حقیقی سے عزت ملتی ہے جب کہ عشق مجازی سے ذلت ملتی ہے۔
● عشق حقیقی کا جوش دائمی ہوتا ہے جب کہ عشق مجازی کا ابال وقتی ہوتا ہے
● عشق حقیقی والوں کا ٹھکانہ جنت ہے جب کہ عشق مجازی والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔
● عشق حقیقی کی راہ میں ہر پریشانی راحت ہے جب کہ عشق مجازی میں ہر پریشانی عذاب ہے۔

● عشق حقیقی والوں کے چہروں پر بہار کی تازگی اور عشق مجازی والوں کے چہروں پر غزاں کی بے رونقی ہوتی ہے۔ (ملک عشرۃ کاملہ)



موت کے وقت عشاق کی حالت

عاشق صادق کی ساری زندگی موت کی تیاری کرنے میں گزرتی ہے کیونکہ موت ایک پل ہے جس پر سے گزر کر وصال یار ہوتا ہے پس جب موت کا وقت قریب آتا ہے تو اس پر خوشی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

۱۔ شکر اللہ کہ نمرودیم و رسیدیم بدوست
آفریں باد بریں ہمت مردانہ ما
{اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں مرا نہیں بلکہ دوست تک پہنچ گیا، میرے مردانہ ہمت کو شاباش دو}

اسے جب خیال آتا ہے کہ آج امتحان کی گھڑیاں ختم ہوں گی اور موت ایک پل کی مانند ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے ملا دیتی ہے تو اس کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی۔

۲۔ ہیں سرور وصل سے لبریز مشتاقوں کے دل
گر رہی ہیں آرزوئیں سجدہ شکرانہ آج

عاشق صادق کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو دوست احباب طیب کو بلاتے ہیں تاکہ اس کو بیماری سے شفا کے لئے وادی جاسکے جب کہ مرنے والے کی کیفیت

یہ ہوتی ہے کہ آج موت سے زیادہ اکسیر وہا کوئی نہیں ہے۔

۱۔ از سر بالیں من بر خیز اے ناداں طیب
درد مند عشق را وارد بجز دیدار نیست

{اے نادان طیب میرے سر ہانے سے اٹھ جا، عشق کے درد مند کے لئے دیدار کے سوا اور کوئی علاج نہیں}

موت کے قریب عاشق صادق کی بعض اوقات ایسی کیفیت ہوتی ہے جیسا کہ وہ ایک تھکا مائدہ سائل ہے جو بچی کے دروازے تک آ پہنچا ہے اور اب وہ دروازہ کھلے گا تو محبوب اس کے دامن کو گو ہر مراد سے بھر دے گا۔

مفلحاً نیم آمدہ در کوئے تو
ہیما اللہ از بھال روئے تو
دست بکشا جانب زمبیل ما
آفریں بر دست و بر بازوئے تو

{ہم مفلس ہیں تمہاری گلی میں آئے ہیں، اللہ کے واسطے اپنے حسن سے کچھ عطا کیجئے۔ اپنے ہاتھ کو ہمارے کفکول کی طرف بڑھائیں تمہارے ہاتھوں اور بازوؤں پر آفریں ہو}

عاشق صادق کی آخری تمنا یہی ہوتی ہے کہ اسے نماز کے سجدے میں موت آجائے یا مدینہ طیبہ میں موت آئے تاکہ اس کی بے قراری کو ہمیشہ کے لئے قرار آجائے۔

۲۔ جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

موت کے وقت عشاق کی کیفیت درج ذیل واقعات سے واضح ہو سکتی ہے۔

① - حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کے سامنے پڑھا گیا۔ جان بدہ، جان بدہ، جان بدہ (جان دے دو، جان دے دو، جان دے دو) اور یہ کہہ کر فوت ہو گئے۔

② - ایک عاشق صادق طواف کعبہ کے لئے اپنے گھر سے روانہ ہوئے۔ جب اس کی نظر بیت اللہ شریف پر پڑی تو عجیب کیفیت میں یہ شعر پڑھ کر فوت ہو گئے۔

چو ری بکوائے دلبر بسیار جان مضطر

کہ مبادا بار دیگر زری بدیں تمنا

{جب محبوب کے کوچے میں پہنچ جائے تو بے قرار جان کو سپرد کر دے۔ ایسا نہ ہو کہ دوبارہ اس تمنا کو نہ پہنچ سکے}

③ - محدث ابو ذر عدہ گو ایک لاکھ احادیث اس طرح یاد تھیں جس طرح عام لوگوں کو سورۃ اخلاص یاد ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ طلباء کو حدیث پڑھا رہے تھے کہ مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (جس کا آخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہو) یہ کہا اور فوت ہو گئے گو یاد خَلَّ الْجَنَّةِ کی عملی تصویر بن گئے۔

④ - حضرت خواجہ فرید الدین عطار ایک مرتبہ اپنی دکان پر بیٹھے ہوئے تھے ایک فقیر بے نوا داخل ہوا اور چاروں طرف دیوار کے ساتھ پڑی شیشیوں کو غور سے دیکھتا رہا۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے تو اس نے کہا کہ آپ کی جان اتنی شیشیوں میں اٹکی ہوئی ہے یہ کیسے نکلے گی؟ آپ نے فرمایا میاں جیسے تمہاری جان نکلے گی ویسی ہی ہماری جان نکلے گی۔ اس فقیر نے یہ سنا تو وہیں فرش پر لیٹ کر کپڑا اپنے اوپر اوڑھ کر کہا میاں ہماری جان تو ایسے نکلے گی۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ جب آپ نے قریب پہنچ کر اسے ہلایا جلایا تو دیکھا کہ وہ تو اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر چکا ہے۔ آپ کے دل پر اس واقعہ کا بڑا گہرا اثر ہوا آپ کی زندگی کا رخ بدلا۔ حتیٰ کہ

آپ خواجہ فرید الدین عطار بنے اور آپ نے تذکرۃ الاولیاء کتاب لکھی۔

⑤ - حضرت سری سقطیؒ ایک مرتبہ چند فقرائے گمراہ ذکر و شغل میں مشغول تھے کہ ایک عاشق صادق آیا اور پوچھنے لگا کہ یہاں کوئی ایسی جگہ ہے جہاں پر انسان مر سکے۔ آپ یہ سن کر حیران ہوئے اور قریبی کنوئیں اور مسجد کی طرف اشارہ کیا کہ ہاں وہ جگہ ہے۔ وہ شخص وہاں گیا کنوئیں کے پانی سے وضو کیا مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی اور لیٹ گیا۔ جب اگلی نماز کا وقت آیا تو لوگ مسجد میں داخل ہوئے تو کسی نے ان کو جگانا چاہا کہ نماز کا وقت قریب ہے، دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو چکے تھے۔

⑥ - مشاد دینوریؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو کسی نے دعا دی، اے اللہ! مشاد کو جنت کی نعمتیں عطا فرما۔ آپ نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا اور کہا گزشتہ بیس سال سے جنت خوب مزین کر کے میرے سامنے پیش کی جاتی رہی مگر میں نے ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے نظر ہٹا کر اس کی طرف نہیں دیکھا۔

⑦ - حضرت ابن فارضؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کے سامنے جنت کو پیش کیا گیا تو وہ طالب دیدار مولیٰ تھے۔ انہوں نے شعر پڑھا

ان کان منزلتی فی الحب عندکم

ما قد رانیت فقد ضیعت ایامی

{اگر محبت میں میرا مرتبہ آپ کے ہاں یہ ہے جو میں نے دیکھا تو پھر میری زندگی ضائع ہو گئی}

⑧ - ایک بزرگ اپنے مرض الموت میں گرفتار تھے والدہ بھی پاس بیٹھی ہوئیں تھیں۔ ان کی چھوٹی بیٹی ان کے پاس آئی اور چاہتی تھی کہ ابو مجھ سے کھیلیں اور باتیں کریں وہ خاموش آنکھیں بند کئے لیٹے محو ذکر و فکر رہے۔ بیٹی ان سے روٹھ گئی اور اپنی دادی

الحجۃ میں عصر کی نماز ادا کرتے ہوئے سجدے میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ایک وقت میں کتنی سعادتیں یکجا ہوئیں۔

- (۱)۔ مدینہ طیبہ میں موت آئی
 - (۲)۔ مسجد نبوی میں موت آئی
 - (۳)۔ ریاض الحجۃ میں موت آئی
 - (۴)۔ وضو موت آئی
 - (۵)۔ نماز کی حالت میں موت آئی
 - (۶)۔ سجدے کی حالت میں موت آئی
 - (۷)۔ روزے کی حالت میں موت آئی
 - (۸)۔ اعتکاف کی حالت میں موت آئی
 - (۹)۔ مسجد نبوی میں نماز جنازہ پڑھی گئی
 - (۱۰)۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئے
- آخر کو اپنی خاک در سے کدو ہوئی
پچنی وہیں پہ خاک جہاں کا خیر تھا
- ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ
(یہ اللہ کا فضل ہے، جس کو چاہے عطا کر دیتے ہیں اللہ بڑے فضل والے ہیں)
- (۱۲)۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی وفات ہوئی تو لوگوں نے پیشانی پر لکھا ہوا دیکھا۔

هَذَا حبيب الله مات في حب الله
(یہ اللہ تعالیٰ کا دوست ہے یہ اللہ ہی کی محبت میں مرا ہے)



سے کہنے لگی کہ اب میں ابو سے نہیں بولوں گی۔ چنانچہ دادی نے ان بزرگوں سے کہا دیکھو یہ چھوٹی بیٹی آپ سے ناراض ہو گئی ہے آپ اسے منالیں۔ انہوں نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور کہا کون بیٹی، کیسی بیٹی، ہم نے تو اپنے یاں کو منالیا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ یہ کہہ کر فوت ہو گئے۔

۹۔ ایک صحابیؓ کو میدان جنگ میں کموار کا دار لگا تو فرمایا فزت و رب الكعبه (رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا) یہ کہہ کر شہید ہو گئے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

۱۰۔ ایک نوجوان مراقبہ میں مشغول تھے کہ اسی حال میں موت آ گئی۔

ایک بزرگ نے موت کے وقت کہا:
يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ بِمَا غَفَرْتُ لِي رَبِّي وَ جَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ
(کاش کہ میری قوم کو پتہ چلا کہ بخش دیا مجھے پروردگار نے اور مجھے عزت والوں میں سے بنادیا)

ایک اور بزرگ نے موت کے وقت کہا:

لِمِثْلِ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ
(اس جیسے کے لئے عمل کرنے والے عمل کریں)

۱۱۔ راقم الحروف کے ایک مہربان دوست تھے۔ بہت نیک، متقی اور متواضع انسان تھے۔ حج اور عمرے کرنے میں ہی ان کا وقت گزرتا تھا۔ جب ان کے سامنے محبت الہی کا تذکرہ کیا جاتا تو آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی لگ جاتی۔ عمر تقریباً اسی سال کے لگ بھگ تھی۔ ایک مرتبہ رمضان المبارک میں مسجد نبوی میں محکف تھے کہ ریاض

قبر میں عشاق کی حالت

جن عشاق کو موت کے وقت عنایات الہی کا شرف نصیب ہوتا ہے ان کی قبر کے حالات بھی عجیب و غریب ہوتے ہیں۔

لہ میں عشق الہی کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے
چند واقعات درج ذیل ہیں۔

○ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی سے قبر میں فرشتوں نے پوچھا کہ کیا لائے ہو؟ جواب دیا کہ میرے آقا کا فرمان عظیم الشان تھا۔ اَلْذُّنْبَا بِسَجْنِ الْعُزْمَنِ (دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے) اب مجھے بتاؤ کہ قید خانے سے کوئی کیا لاسکتا ہے؟ فرشتے یہ جواب سن کر چلے گئے اور قبر کو باغ بنا دیا گیا۔

○ حضرت بایزید بسطامیؒ ایک شخص کو خواب میں نظر آئے اس نے پوچھا کہ قبر میں کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا، کہ فرشتے پوچھنے لگے کہ او بوڑھے! کیا لائے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ جب کوئی بادشاہ کے در پر آتا ہے تو یہ نہیں پوچھتے کہ کیا لائے ہو بلکہ یہ پوچھتے ہیں کہ کیا لینے آئے ہو؟ فرشتے یہ جواب سن کر خوش ہوئے۔

○ رابعہ بصریؒ اپنی وفات کے بعد کسی کو خواب میں نظر آئیں اس نے پوچھا کہ کیا بنا؟

فرمایا، کہ فرشتے آئے تھے پوچھنے لگے، مَنْ رَبُّكَ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے جا کر کہہ دو کہ یا اللہ! تیری اتنی ساری مخلوق ہے اور ان میں سے تو مجھے ایک بوڑھی عورت کو نہیں بھولا، میرا تو تیرے سوا ہے ہی کوئی نہیں۔ بھلا میں تجھے کیسے بھول سکتی ہوں؟

○ حضرت جنید بغدادیؒ سے قبر میں فرشتوں نے سوال کیا کہ مَنْ رَبُّكَ۔ آپ نے فرمایا کہ میرا رب وہی ہے جس نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ فرشتے یہ جواب سن کر حیران ہوئے اور چلے گئے۔

○ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنی وفات کے بعد کسی شخص کو خواب میں نظر آئے، اس نے پوچھا کہ حضرت! آگے کیا بنا؟ فرمایا کہ فرشتوں نے آ کر پوچھا کہ مَنْ رَبُّكَ، میں نے جواب دیا کہ تم سدرۃ المنتہی سے نیچے اتر کر (کھرب ہا کھرب میل کا فاصلہ طے کر کے) آئے اور اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولے تو کیا میں سطح زمین سے چار فٹ نیچے آ کر سب کچھ بھول جاؤں گا۔ پس میرے اوپر رحمت الہی کا دروازہ کھول کر میری قبر کو جنت بنا دیا گیا۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب مومن کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اللہ رب العزت فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ یہ میرا بندہ دنیا سے تھکا ماندہ آیا ہے۔ اسے کہہ دو کہ نَمُ كُنُومَ الْعُرُوسِ (دلہن کی نیند سو جا) یہاں محدثین نے ایک نکتہ لکھا ہے کہ یہ نہیں فرمایا کہ تو میٹھی نیند سو جا بلکہ یہ فرمایا گیا ہے کہ تو دلہن کی نیند سو جا اس میں راز یہ ہے کہ جب دلہن سوتی ہے تو اس کو وہی جگاتا ہے جو اس کا محبوب (خاندن) ہوتا ہے یہ بندہ قبر میں دلہن کی نیند سو رہا ہے اس کو روزِ محشر وہ جگائے گا جو اس کا محبوب (اللہ تعالیٰ) ہوگا۔ دلہن جاگے تو خاوند کا مسکراتا چہرہ دیکھتی ہے، یہ عاشق صادق روزِ محشر جب جاگے گا تو اللہ تعالیٰ کو مسکراتا دیکھے گا۔

روز محشر عشاق کی حالت

حدیث پاک میں آیا ہے کہ بعض لوگ روز محشر اس حال میں کھڑے ہوں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھ کر مسکرائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی طرف دیکھ کر مسکرائیں گے۔ آواز آئے گی

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اِزْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً
فَاَدْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي

{اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ جاؤ تجھ سے راضی تو اس سے راضی پھر تو میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں چلا

جا}

اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کو بلکہ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والوں کو عرش کا سایہ عطا کیا جائے گا۔ یہ وہ دن ہوگا جس دن عرش کے سائے کے سوا دوسرا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ عام لوگوں کے لئے قیامت کا دن ستر ہزار سال کے برابر ہوگا۔ جب کہ عشاق کے لئے وہ دن فجر کی دو رکعت سنتیں پڑھنے کے بقدر بنا دیا جائے گا ان کے لئے مشک و زبرجد کے ٹیلے ہوں گے جن پر وہ سیر کریں گے اور اپنے محبوب حقیقی کے جمال کا مشاہدہ کرتے رہیں گے۔

عاشقان را با قیامت روز محشر کار نیست
عاشقان را جز تماشاے جمال یار نیست
(عاشقوں کو قیامت کے ساتھ محشر کے دن کوئی کام نہیں عاشقوں کے لئے
سوائے محبوب کے حسن کے مشاہدہ کے کوئی کام نہیں)

بعض عشاق کا تو یہ حال ہوگا کہ جنت کے دروازے پر پہنچ کر رضوان سے کہیں گے کہ ہم دنیا میں سنا کرتے تھے کہ جنت میں ہمیں دیدار ہوگا۔ رضوان دار و غہ جنت اللہ تعالیٰ سے پوچھے گا رب کریم ابھی میزان عدل قائم نہیں ہوا اور یہ لوگ جنت میں داخلہ چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ اے میرے بندو! تم نے حساب کتاب تو دیا نہیں اور جنت میں جانے کے متنی ہو۔ عشاق عرض کریں گے اے رب کریم! آپ جانتے ہیں کہ ہم نے دنیا سے رخ موڑا اور آپ سے رشتہ جوڑا تھا، ہمیں دنیاوی تازو لعلت سے کوئی دلچسپی نہ تھی، ہم نے دنیا میں قناعت کی آپ سے محبت کرتے رہے، راتوں کو آپ کے حضور سر بسجود رہتے، مناجات میں راز و نیاز کی باتیں کرتے غمزدوں کی طرح راتیں بسر کرتے اور آپ کی رضا جوئی کے لئے تڑپتے رہتے، جب ہماری موت آئی تو ہمارے پاس آپ کی محبت کے سوا کچھ باقی نہیں تھا۔

حضور یار ہوئی دفتر جنوں کی طلب
گرہ میں لے کے گریبان کا تار تار چلے

اب ہمارے کندھے پر تیرے در کی چٹائی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتے رضوان سے فرمائیں گے۔ رضوان! یہ لوگ میرے عشاق ہیں ان سے کیا حساب کتاب لیتا، جنت کے دروازے کھول دو اور ان کو بغیر حساب کتاب کے اندر جانے دو۔

دنیا میں جو اپنے دلوں میں محبت الہی کو پیدا کریں گے روز محشر ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ خصوصی عنایت کی نظر ہوگی اس دن مال و اولاد کام نہ آئے گی۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ مَلِيمٍ
(جس دن مال کام نہ آئے گا اور نہ اولاد خیریتہ مگر جو اللہ کے پاس قلب سلیم کے ساتھ آئے گا)

یہ دنیا میں غربت و مسکنت کی زندگی گزارنے والے قیامت کے دن کے معزز مہمان ہوں گے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی ﷺ دعا مانگتے تھے

اللَّهُمَّ أَخْبِنِي مَسْكِينًا وَ أَمْنِيْنِي مَسْكِينًا وَ احْشُرْنِي فِي رُمُرَةِ
الصَّالِحِيْنَ

(اے اللہ مجھے مسکین ہی زندہ رکھنا اور مسکین ہی وفات دینا اور مجھے مساکین کی جماعت کے ساتھ اٹھانا)

اللہ وہ دل دے جو ترے عشق کا گھر ہو
داغی رحمت کی تری اس پر نظر ہو
دل دے کہ ترے عشق میں یہ حال ہو اس کا
محشر کا اگر شور ہو تو بھی نہ خبر ہو



ایک روایت کا مشہوم ہے کہ وہ عشاق جو دنیا میں زہد و ریاضت اور فقر و فاقہ کی زندگی گزاریں گے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے معذرت فرمائیں گے جیسے ایک دوست کوئی چیز نہ دینے کی وجہ سے دوسرے دوست سے معذرت کرتا ہے۔

روز محشر عشاق کا مجمع حوض کوثر کے قریب لگے گا اللہ تعالیٰ کے محبوب شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین ﷺ انہیں حوض کوثر سے جام بھر کر پلائیں گے۔ اپنے ہر برائی کو وضو، نماز کے نشانات اور اعضاء کی نورانیت سے پہچانیں گے۔ فرشتے بھی امت محمدیہ ﷺ کے ان لوگوں کو دیکھ دیکھ کر نہال ہوں گے۔

جو پہنچا حشر میں ثاقب فرشتے سب پکار اٹھے

محمد کے غلاموں کے غلاموں کا غلام آیا

روز محشر کی سختیاں کفار مشرکین، منافقین اور فاسقین کے لئے ہوں گی۔ عشاق پہل صراط سے ہوا کی تیزی سے گزریں گے۔ جب جہنم کے اوپر سے گزرنے لگیں گے تو جہنم کی گرمی ان کے نور ایمان کی وجہ سے ٹھنڈک میں بدلنے لگے گی۔ جہنم پکارے گی جلدی گزر جاؤ۔

روز محشر عشاق کو اللہ تعالیٰ شفاعت کا اختیار دیں گے۔ وہ اپنے ساتھ کئی گناہ گاروں کو لے کر جنت میں جائیں گے۔ محشر کی سختیوں سے وہ خود بھی بچیں گے اور دوسروں کے بچنے کا سبب بھی بنیں گے۔ ان کے سامنے ایک نور ہوگا جس کی روشنی میں ان کو جنت کے دروازے تک پہنچائیں گے۔

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا

(اور لے جایا جائے گا ان لوگوں کو جو اپنے رب سے ڈرے جنت کی

طرف گروہ گروہ)

باب 9

عاشق صادق کی پہچان

اس دنیا میں آفتاب کا طلوع ہوتا ہی آفتاب کی دلیل ہے، عطر کی خوشبو ہی اس کی موجودگی کا ثبوت ہے۔

مفک آنست کہ خود بیوید نہ کہ عطار بگوید

(کستوری خود خوشبو دیتی ہے یہ نہیں کہ عطار اس کی تعریف کرے)

درج ذیل میں عشاق کی پہچان کے چند دلائل درج کئے جاتے ہیں۔

دلیل 1 عشاق کی پہچان بھی ان ہی کی اپنی ذات سے ہوتی ہے۔ حدیث پاک

میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ سے اولیاء اللہ کی نشانی پوچھی گئی تو آپ

ﷺ نے فرمایا الذین اذا راوا ذکر اللہ (جن کے دیکھنے سے اللہ یاد آئے)

عاشق صادق کی پہچان اس کا پرانوار چہرہ اور اس کی وجاہت ہوتی ہے۔ اجنبی لوگ

انہیں دیکھ کر پہچان لیتے ہیں۔ گوان کی ظاہری وضع قطع بہت معمولی ہو مگر عقل سلیم

رکھنے والا شخص ایک نظر ڈالتے ہی پہچان لیتا ہے۔ دل ان کی طرف اس طرح کھینچے

ہیں جس طرح لوہا ممتناطیس کی طرف کھینچ جاتا ہے۔

قرآن مجید میں عشاق کی تین نشانیاں بتائی گئی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

دلیل 2 الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُ

وَأَذُنُهُمُ إِنْمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ

(وہ لوگ کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل

لرزنے لگتے ہیں اور جب ان کے سامنے آیات کی تلاوت کی جائے تو

ان کے ایمان زیادہ ہونے لگتے ہیں اور وہ اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں)

پہلی نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کا تذکرہ ہوتا ہے تو ان کے دل

پھڑکنے لگتے ہیں۔ بقول

اک دم بھی محبت چھپ نہ سکی جب تیرا کسی نے نام لیا

دوسری نشانی یہ بتائی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں۔

دلیل 3

حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ نبی کریم ﷺ سے مومن (عاشق صادق)

کی نشانی پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا

النَّجَا فَمِنْ غَيْرِ الْغُرُورِ وَالْإِنَابَةِ إِلَىٰ دَارِ الْخُلُودِ

وَالْإِسْتِعْذَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نَزْوِلِهِ

ایک نشانی تو یہ ہے کہ دھوکے والے گھر سے ان کا دل اکتا جائے۔ دنیا اپنی

دلچسپیوں اور حشر سامانیوں کے باوجود ان کا دل نہ لہا سکے دنیا سے اس کی رنگینیوں

سے دل متاثر نہ ہو۔ بقول علامہ اقبالؒ

دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یا رب

کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو

دوسری نشانی یہ ہے کہ ہمیشہ رہنے والے گھر یعنی جنت کی طرف ان کی توجہ مرکوز

ہو جائے۔ تیسری نشانی یہ ہے کہ موت سے قبل اس کی تیاری، جس طرح محبت اپنے

محبوب سے ملاقات کی تیاری کرتا ہے۔ بقول شاعر

اے باد صبا دیکھو تو سبھی مہمان جو آنے والے ہیں

کلیاں نہ بچھانا راہوں میں ہم پلکیں بچھانے والے ہیں

عاشق صادق بھی اپنے محبوب حقیقی سے ملاقات کی تیاری کرتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے اَلْمَوْتُ جَسْرٌ يُؤْصِلُ الْحَبِيبَ اِلَى الْحَبِيبِ (موت ایک پل ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے ملا دیتی ہے)۔

دلیل 4 عربی کا مشہور شعر ہے

لو كان حبك صادقا لاطعته

ان المحب لما يحب مطيع

{یعنی اگر تیری محبت سچی ہے تو اس کی اطاعت کرے گا بیشک محبوب محبت کا مطیع ہوتا ہے}

عاشق صادق ہمیشہ اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے۔ پس یہی سب سے بڑی پہچان ہے۔ عاشق صادق کی پوری زندگی شریعت و سنت کے مطابق ہوتی ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کے سامنے خربوزہ پیش کیا گیا۔ آپ نے پوچھا کہ اس کو کس طرح کاٹ کر کھانا سنت ہے۔ علمائے مجلس کے پاس کوئی واضح سند نہ تھی آپ نے اس کو کھانے سے ہی انکار کر دیا کہ ممکن ہے میں ایک طریقے سے کھاؤں مگر نبی ﷺ نے اس کو دوسرے طریقے سے کھایا ہو تو سنت کی خلاف ورزی نہ ہو۔ اگر اس قسم کی چیزوں میں جس طریقے سے بھی انسان کھائے شریعت میں اجازت ہوتی ہے مگر عشاق تو محبوب کے نقش قدم پر چلنا ہی اپنا سرمایہ حیات سمجھتے ہیں۔

دلیل 5 عاشق صادق کی ایک خاص پہچان یہ ہے کہ وہ محبوب کے غیر کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ اسی لئے شرع شریف میں جس طرح اللہ

تعالیٰ سے محبت کرنا عبادت ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے غیر سے بغض رکھنا بھی عبادت ہے۔ ماسوا کی محبت سے عاشق صادق کا دل خالی ہوتا ہے۔ وہ لا الہ الا اللہ کی تلواریں سے ماسوا کو نیست و نابود کرو دیتا ہے۔ عشق حقیقی کی بات تو بہت بلند ہے عشق مجازی والے بھی اس چیز کو پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ ایک شخص نے کسی حینہ کو دیکھا تو کہنے لگا کہ میں تمہارا عاشق ہوں اور تمہیں چاہتا ہوں۔ اس نے کہا میرے پیچھے میری بہن آرہی ہے وہ مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ وہ شخص پیچھے دیکھنے لگا تو اس حینہ نے اپنا جوتا اس کے سر پر رسید کیا اور کہا کہ اوجھوٹے اگر تجھے مجھ سے عشق تھا تو پھر کسی اور طرف دیکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ ایک شخص نے ملکہ زبیدہ خاتون کے عشق کا دعویٰ کیا تھا۔ زبیدہ نے اسے بلا کر کہا کہ تم کافی بڑی رقم لے لو اور یہ بات نہ کرو۔ اس نے کہا کتنی؟ زبیدہ نے کہا دس ہزار دینار۔ یہ بات سن کر وہ چپ ہو گیا۔ زبیدہ نے ہارون الرشید سے کہا کہ یہ بھوٹا مکار ہے اسے جوتے لگوا دو، جب جوتے پڑے تو دماغ ٹھیک ہو گیا۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی فرمایا کرتے تھے کہ عاشق صادق کی تین نشانیاں ہیں

دلیل 6

(۱) زمین کی طرح عاجزی ہو۔

(۲) آفتاب جیسی شفقت ہو۔

(۳) سمندروں جیسی سخاوت ہو۔

کسی شاعر کا عجیب کلام ہے۔

دلیل 7

عاشقان را نہ نشانی اے پر

رنگ زرد و آہ سرد و چشم تر

{اے طفل عاشقوں کی تین نشانیاں ہیں رنگ زرد، آہ سرد، چشم تر}

سائیکین سرایت کی بھی تین نشانیاں ہیں کم خوردن کم گفتن کم خفتن، کم کھانا کم

بولنا، کم سونا۔ یہ کل چھ نشانیاں ہوں گئیں۔ پہلی نشانی یہ کہ رنگ زرد ہوتا ہے۔ کثرت مجاہدہ و ریاضت کی وجہ سے عموماً ایسا ہوتا ہے۔ دوسری نشانی ہے کہ آہ سرد ہوتی ہے، محبوب کے ہجر میں ٹھنڈی آہیں بھرنا عشاق کا شیوہ ہوتا ہے۔ تیسری نشانی یہ کہ چشم تر ہوتی ہے دل کا حال اور اہل آنکھوں کے راستے باہر آتا ہے۔ چوتھی نشانی ہے کہ کم کھاتے ہیں، عاشق صادق دال ساگ کے لطف اور مزے کے پیچھے نہیں پڑتا فقط کمر سیدھی رکھنے کے لئے کھانا کھاتا ہے۔ پانچویں نشانی ہے کہ کم بولتے ہیں۔ جو باطن میں محبوب سے محو گفتگو ہوا سے ظاہر میں زیادہ باتیں کرنے کا چرکا نہیں ہوتا۔ اکثر اولیاء اللہ ضرورت کے مطابق بات کرتے ہیں ورنہ خاموش رہنا ان کی عادت ہوتی ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ ہر وقت خاموش رہتے ہیں اگر کچھ وعظ و نصیحت فرمایا کریں تو لوگوں کو فائدہ ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا جس نے ہماری خاموشی سے کچھ نہیں پایا وہ ہماری باتوں سے بھی کچھ نہیں پائے گا۔

پھٹی نشانی یہ ہے کہ کم سوتے ہیں، عاشق صادق کو نیند کہاں آتی ہے۔ اس کی راتیں تو ذکر و عبادت میں گزرتی ہیں۔ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ سالک جب تک نیند کے غلبہ سے گر نہ جائے یا گرنے کے قریب نہ ہو جائے اس وقت تک اسے سونا نہیں چاہیے۔

عشق میں خواب کا خیال کے

نہ لگی آنکھ جب سے آنکھ لگی

عاشق صادق ساری زندگی اسی اضطراب اور بے قراری میں گزار دیتا ہے حتیٰ کہ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ کا معاملہ اس پر صادق آ جاتا ہے۔

محبت کا اثر ہونے نہ پائے
انہیں میری خبر ہونے نہ پائے
محبت کے سفر میں شرط یہ ہے
مکمل یہ سفر ہونے نہ پائے



دور حاضر اور عشق الہی

آج کے مادی دور میں انسان اپنے جسمانی تقاضوں کو پورا کرنے میں اتنا لگن ہے کہ اللہ تعالیٰ سے لگن والا معاملہ غفلت کا شکار ہے۔ جسے دیکھو وہ نفس کی مکاریوں کا شکار بنا ہوا ہے اور نفس کی پوجا میں مشغول ہے۔

حال دل جس سے میں کہتا کوئی ایسا نہ ملا
بت کے بندے تو ملے اللہ کا بندہ نہ ملا
ایسے لگتا ہے کہ وہ سینے جو عشق الہی کی زیادتی سے سرخ انگاروں کی طرح گرم رہتے تھے آج راکھ کے ڈھیر کی طرح بنے ہوئے ہیں۔

حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ امت روایات میں کھو گئی
لبھاتا ہے دل کو بیاں خطیب
مگر لذات شوق سے بے نصیب
وہ صوفی کہ تھا خدمت حق میں مرد
امانت میں یکتا دیانت میں فرد
عجم کے خیالات میں کھو گیا

وہ سالک مقامات میں کھو گیا
بھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

اعمال کی حقیقت سے لوگ نا آشنا بن چکے ہیں۔ نماز کی حاضری ہوتی ہے مگر حضوری سے ناواقف ہیں، روزے کی وجہ سے جسم کھانے پینے سے پرہیز کرتا ہے مگر گناہوں سے کامل پرہیز نصیب نہیں ہوتا، پیٹ کا روزہ رکھا مگر آنکھ کے روزے سے محروم رہے۔

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے

ایک وقت تھا کہ نو جوان رات کے آخری پہر میں اٹھتے تھے بارگاہ الہی میں سر جھکاتے تھے اور لا الہ الا اللہ کی ضربوں سے دل کو گرماتے تھے، آج وہ چہرے نظر نہیں آتے جو غمزدوں کی طرح راتیں بسر کیا کرتے تھے۔

تیری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے
شب کی آہیں بھی گئیں صبح کے نالے بھی گئے
آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

مومن کی وہ نگاہیں جو دلوں کو چیرتی چلی جاتی تھیں اور مادے سے پار دیکھنے کی صلاحیت رکھتی تھیں آج کہیں ملتی ہی نہیں ہیں۔

تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے

کھویا گیا وہ خیرا جذب قلندرانہ

اسی لئے آج مسلمان پر بزدلی اس قدر غالب ہے کہ وہ اندھیرے سے ڈرتا ہے۔ ویرانے میں جانے سے گھبراتا ہے بلی کے پاؤں کی آہٹ سے خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ اپنی کھڑکی کا پردہ ہٹنے سے ڈرنے والا مسلمان اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ بعض اوقات تو فرضی افسانوں کے پڑھنے سے ڈرتا ہے۔ معلوم نہیں کہ اس کے دل پر مخلوق کا خوف ہر وقت کیوں مسلط رہتا ہے۔ دفتر میں صاحب ناراض نہ ہو جائے، گھر میں بیوی ناراض نہ ہو جائے، اگر میں نے سچ کہہ دیا تو فلاں ناراض نہ ہو جائے، اگر ہم نے شادی سادہ طریقے سے کر دی تو برادری ناراض نہ ہو جائے۔ اصل یہ ہے کہ جب دل صاف نہیں، نگاہ پاک نہیں تو طبیعت بھی بے باک نہیں۔

دل سوز سے خالی ہے نگاہ پاک نہیں ہے

پھر اس میں عجب کیا کہ تو بے باک نہیں ہے

ہمارے اسلاف نے اس وقت عزتوں کی حفاظت کی جب لوگ اپنی بہنوں کو بیچتے تھے۔ انہوں نے اپنی پیشانیاں اس وقت اللہ کے سامنے جھکا کیں جب لوگ غیر اللہ کے سامنے جھکتے تھے۔ انہوں نے ظلم کا اس وقت مقابلہ کیا جب لوگ ظلم کو فخر سمجھتے تھے، آج کے مسلمانوں کو ان سے فقط ظاہری نسبت ہے روحانی اعتبار سے ہم میں اور ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہ اللہ کے سودائی تھے ہم دنیا کے شیدائی ہیں، وہ نفس شکن تھے ہم نفس پرست ہیں، وہ راہ حق کے مجاہد تھے ہم قبروں کے مجاور ہیں، وہ آپس میں مہربان تھے ہم آپس میں غضبناک ہیں، وہ سراپا کردار تھے ہم سراپا گفتار ہیں، وہ عزتوں کے محافظ تھے ہم عزتوں کے لیرے ہیں، ان کے دل سوز عشق سے

لبریز تھے ہمارے دل سوز عشق سے خالی ہیں، ہماری زیبوں حالی کی انتہاء اتنی ہو چکی ہے کہ ہمارے نیکیوں کی دعاؤں میں بھی تاثیر نہیں رہی۔ الا ما شاء اللہ

شبے پیش خدا بگرہ ستم زار

مسلماناں چرا خوارند و زارند

ندا آمد نمی دانی کہ این قوم

دلے دارند و محبوبے ندارند

{میں ایک رات اللہ کے سامنے زار زار روتارہا کہ مسلمان کیوں ذلیل و خوار ہیں؟ آواز آئی کہ تو نہیں جانتا کہ یہ قوم دل تو رکھتی ہے لیکن محبوب نہیں رکھتی}

مسلمانوں کی اس کسپہری پر اہل دل حضرات انتہائی متشکر ہیں اور بارگاہ رب العزت میں نالہ و فریاد کرتے ہیں تاکہ کچھ اصلاح احوال ہو۔

مسلمان آں فقیرے کج کلا ہے

رمید از سینہ او سوز آہے

دلش نالہ چرا نالہ نداند

نگاہے یا رسول اللہ نگاہے

{مسلمان تو شاہی مزاج فقیر تھا۔ افسوس کہ اس کے سینے سے آہ کا سوز نکل گیا ہے اس کا دل روتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا کیوں روتا ہے؟ اے اللہ کے رسول! اک نگاہ کرم اک نگاہ کرم}

اگر دیکھا جائے تو فقط شب بیدار لوگ ہی کم نہیں بلکہ شب بیداری میں تنہا کرنے والے ہی کم ہیں۔ رات کا اول حصہ لبو و لعب میں گزرتا ہے اور آخری حصہ

خواب خرگوش میں گزرتا ہے۔ عشاء کے بعد جلدی سو جانا سنت عمل ہے مگر آج کے بازاروں کی کئی دکانیں ہی عشاء کے بعد گا کہوں سے بھرتی ہیں۔ بالخصوص چوراہوں میں کھانے پینے کی دکانیں رات کے دو بجے تک کھلی رہتی ہیں۔ جب دو بجے کے بعد تہجد کا وقت شروع ہوتا ہے تو یہ لوگ بستر کی طرف جاتے ہیں پھر فجر کی نماز قضا ہو جاتی ہے۔ کچھ لوگوں کو تو سورج کا طلوع دیکھے ہوئے عرصہ گزر جاتا ہے۔ جو شخص فجر کی نماز کے لئے نہ اٹھ سکے کا عذر پیش کرتا ہے وہ تھوڑی دیر بعد ناشتہ کرنے کے لئے بڑی مستعدی سے اٹھ جاتا ہے۔

اگر کسی آدمی کو روزانہ سو روپے مشاہرہ پر تعینات کر لیا جائے تاکہ وہ ساری رات جاگ کر پہرہ دے تو وہ سو روپے کی خاطر ساری رات آرام سے جاگ لے گا اور اگر کہا جائے کہ جس دن ڈیوٹی نہیں ہے اس رات تہجد میں اٹھو تو وہ کہے گا کیا کریں اٹھا ہی نہیں جاتا۔ گویا تہجد میں اٹھنے کی قدر و قیمت پچاس روپے کے برابر بھی نہیں ہے۔ حالانکہ رات کے آخری پہر میں فرشتے آسمان دنیا پر اعلان کر رہے ہوتے ہیں ھَلْ مِنْ سَابِلٍ فَاَعْطِنِي لَهُ (کوئی ہے مانگنے والا کہ جسے عطا کیا جائے) دینے والے کی طرف سے صدائیں مگر لینے والے کی طرف سے نیند کے دوران زوردار خراٹے کی آوازیں۔

ہم تو ماٹل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں گے رہرو منزل ہی نہیں
آج کے مسلمان کے ہاتھ نہ تو دل ہے اور نہ ہی اس دل میں غم دوست ہے۔
دل گیا رونق حیات گئی
غم گیا ساری کائنات گئی
آج کا مسلمان مزدور کی نمازیں پڑھ رہا ہے فرہاد کی نمازیں کہاں نصیب۔

ہر ضرب قیثہ ساغر کیف وصال دوست
فرہاد میں جو بات ہے مزدور میں نہیں
ایک صاحب نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک عورت ٹنگے سر روتی چلتی چلائی سامنے سے گزری۔ اس شخص نے جلدی سے نماز مکمل کر کے اسے ڈانٹا کہ خدا کی بندی تو اندھی تھی میں نماز پڑھ رہا تھا تو سامنے سے گزر گئی۔ اس نے کہا کہ پرانہ مانیں تو ایک بات کہوں۔ اس نے کہا کہ ہاں، وہ عورت کہنے لگی کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دی ہے۔ میں اس کی محبت میں اتنی بے حال ہوئی کہ پتہ ہی نہیں کہ تمہارے سامنے سے گزر رہی ہوں۔ مگر آپ کیسے عاشق صادق نمازی ہیں کہ عین نماز کی حالت میں آپ کو پتہ چل رہا ہے کہ میرے سامنے سے گزرنے والی عورت کون ہے۔ کہاں گیا وہ حکم کہ اَنِّ تَغْبُدَ اللّٰہَ کَانَکَ قَرَأَ (کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں گویا کہ اسے دیکھ رہے ہیں)۔
آج منبر و محراب سے بھی اخباری تقاریر کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ سلف صالحین خطبہ جمعہ کے لئے تفسیر و حدیث کی کتابیں پڑھا کرتے تھے، آج جمعہ کی تقریر کے لئے اخبار کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

واعظ کا ہر ارشاد بجا تقریر بہت دلچسپ مگر
آنکھوں میں سرور عشق نہیں چہرے پہ یقین کا نور نہیں
آج خانقاہیں بھی بے آباد ہوتی جا رہی ہیں۔ مشائخ کے متعلقین اور متوسلین کے پاس بھی ذکر کے لئے وقت نہیں ہے، تسبیحات کا پڑھنا اور دلوں کا نور سے بھی بھرنا آج مشکل کام نظر آتا ہے۔

دشت میں قیس نہیں کوہ پہ فرہاد نہیں
ہے وہی عشق کی دنیا عمر آباد نہیں

باب 11

عشق الہی کا حصول کیسے ہو

یہ بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج کچھ لوگ ایسے موجود ہیں جنہیں سوز و غم سے
حاصل نہ ہونے کا غم نصیب ہے۔ ان حضرات کا وجود بھی قیمت ہے۔

دہر و عشق نا امید نہ ہو
داغِ حسرت نشانِ منزل ہے

عشق حقیقی حاصل کرنے کے لئے درج ذیل باتوں کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

1 گچی طلب

عشق حقیقی کے حصول کے لئے سب سے اول شرط طلب ہے۔
انسان کو دنیا بغیر طلب کے نہ نکلتی ہے مگر عشق حقیقی کی دولت

طلب کئے بغیر نہیں ملتی۔



مجھے اپنی پستی کی شرم ہے تیری رفعتوں کا خیال ہے

مگر اپنے دل کو میں کیا کروں اسے پھر بھی شوق وصال ہے

انسان گونا گوں کیٹوں کی گھاٹیوں میں جا کر لڑتی ہے کہ محبوب حقیقی کے

دیدار کا متمنی ہوتا ہے۔

کجا دل کجا وصل جاناں کی خواہش

کجا وہ شہنشاہِ خواہاں کجا ہم

{ کہاں یہ دل کہاں وصل محبوب کی تمنا رکھنا، کہاں وہ حسینوں کا بادشاہ اور

کہاں ہم }

انسان جب کبھی یادِ الہی کے لئے بیٹھے مگر دل کو غفلت سے بھرا ہوا پائے تو زبان

حال سے یوں فریاد کرے۔

کرم مجھ پہ کرم کر بڑے عذاب میں ہوں

کہ تیرے سامنے بیٹھا ہوں اور حجاب میں ہوں

انسان اپنے دل میں مصمم ارادہ کرے کہ مجھے عشق الہی حاصل کرتا ہے چاہے کچھ

بھی قربان کرنا پڑے۔

2 ترک لذات دنیا وصل محبوب کے لئے ترک لذات دنیا ضروری ہے طالب دنیا کبھی بھی طالب مولیٰ نہیں بن سکتا۔ دل سے ہر

تمنا کو نکال کر خالی کرنا ضروری ہے تاکہ انسان یوں کہہ سکے۔

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی

اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

3 ترک ماسوا ترک ماسوا کا مطلب یہ ہے کہ تمام تر تعلقات اور خواہشات کو چھوڑ کر ایک اللہ وحدہ کو اپنی تمنا بنالینا۔ وہ خواہشات خواہ

اس دنیا سے تعلق رکھتی ہوں یا آخرت سے سب کا چھوڑنا ضروری ہے۔

ترک ماسوا کے تین مراتب طے کرنا ضروری ہیں۔

اپنی ہستی سے بیگانہ ہونا۔

نفس کی خواہشات کو چھوڑ دینا، سالک جب تک بالک نہ بن جائے اصل نہیں ہو سکتا۔

اپنی ہستی سے بھی آخر ہو گیا بیگانہ میں

ان سے جب ہا کر ہوئی آخر شناسائی مجھے

دنیا کو ترک کرتا:

دنیا کی لذات سے کنارہ کشی کرنا جب کہ یہ ایک مشکل کام ہے۔

خدا کی یاد میں محویت دل بادشاہی ہے

مگر آسان نہیں ہے ساری دنیا کو بھلا دینا

(3) آخرت کی نعمتوں سے بھی توجہ ہٹالینا:

سالک اپنی عبادات کے بدلے فقط آخرت کی نعمتوں کا طالب نہ ہو بلکہ منعم حقیقی کا طلبگار بن جائے۔

زاہد کمال ترک پر ملتی ہے یہاں مراد

دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے

4 تہلیل کی کثرت لا الہ الا اللہ کہنے کو تہلیل کہتے ہیں۔ یہ ایسی تلواریں ہیں جو دل سے جھوٹے معبودوں کا قلع قمع کر دیتی ہے۔

عشق کی آتش کا جب شعلہ اٹھا

ماسوا معشوق سب کچھ جل گیا

تغ لا سے قتل غیر حق ہوا

دیکھئے پھر بعد اس کے کیا بچا

پھر بچا اللہ باقی سب فنا

مرجا اے عشق تجھ کو مرجا

اس مرتبے میں سالک کے لئے ہر وقت تہلیل کا ذکر کرتے رہنا ضروری ہے۔ (سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا آخروں اور نواں سبق اسی سے متعلق ہے)

5 فکر اس طریقہ ذکر میں سالک اپنے اوپر فیض کے وارد ہونے کا تصور رکھتا ہے اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر

ہے) اور اِنَّا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِیْ (میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق کرتا ہوں)

کے تحت اس طریقے سے فیض کا حصول سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ (سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے دسویں سبق سے لے کر آخری سبق تک یہی طریقہ ذکر ہے۔ اگر غور کریں تو مراقبہ احدیت سے لے کر دائرہ الیقین تک کے تمام اسباق میں فقط حصول فیض کی نیت کی جاتی ہے۔ اسی کو فکر کہتے ہیں)۔

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن

بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے

ارشاد باری تعالیٰ ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ** **6** **صَادِقِينَ کی معیت** **وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ** (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور پھلوں کے ساتھی بنو)۔ جس طرح خر بوزے کو دیکھ کر خر بوزہ رنگ پکڑتا ہے اسی طرح عاشقین کی صحبت میں رہ کر سالک خود بھی عاشق بن جاتا ہے۔ مشائخ طریقت سے بیعت ہونا اور خانقاہی زندگی کی ترویج اختیار کرنا اسی کی عملی شکل ہے۔ ایک مرتبہ حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی نے مولانا محمد علی موغیرائی سے پوچھا کیا تم نے کبھی عشق کی کوئی دکان دیکھی ہے؟ انہوں نے تھوڑی دیر سوچ کر کہا حضرت! دو دوکانیں دیکھی ہیں۔ ایک شاہ غلام علی دہلوی کی اور دوسری حضرت شاہ آفاق کی (یہ دونوں حضرات مشائخ نقشبندیہ میں سے ہیں) شیخ کی صحبت میں چند دن رہنے سے دل کی دنیا بدل جاتی ہے۔

دل میں سا گئی ہیں قیامت کی شونیاں

دو چار دن رہے تھے کسی کی نگاہ میں

شیخ سالک کو کثرت ذکر کی تلقین کرتے ہیں اور خانقاہی ماحول کی خلوت میں یکسوئی کے ساتھ ذکر کرنے کی مشق کرواتے ہیں۔

منا دیا میرے ساتی نے عالم من و تو

پلا کے مجھ کو مئے لا الہ الا اللہ

جب سالک کو اپنے دل میں محبت الہی کا اضافہ محسوس ہوتا ہے تو بے اختیار اس کے دل سے اپنے شیخ کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔

خدا رکھے میرے ساتی کا میکدہ آباد

یہاں پہ عشق کے ساغر پلائے جاتے ہیں

ایک سالک حضرت شاہ آفاق کی خدمت میں کچھ عرصہ رہا تو اس نے اپنے تاثرات کو یوں الفاظ کا جامہ پہنایا۔

اے شہ آفاق شیریں داستاں

باز گو از بے نشان ما را نشان

صرف و نحو و منطق را سوختی

آتش عشق خدا افروختی

{اے حضرت شاہ آفاق شیریں گفتار! اس بے نشان کی نشانیاں پھر مجھ کو

بنا علم صرف و نحو اور منطق کو تو تے جلا دیا اور عشق خدا کی آگ بھڑکا دی}

جب سالک کا دل عشق الہی سے لبریز ہو جاتا ہے تو اس کا ہر قدم منزل کی طرف جاتا ہے۔

جب عشق سے تیرے بھر گئے ہم

تو ہی رہا جدھر گئے ہم

تیری ہی طرف کو راہ نکلی

بھولے بھٹکے جدھر گئے ہم

عاشق صادق کو زندگی بھر یہی ترتیب اپنانی پڑتی ہے۔

۱۔ الہی راہ محبت کو طے کریں کیسے

یہ راستہ تو مسافر کے ساتھ چلتا ہے

اس سے قطع نظر کہ یہ راستہ زندگی میں طے ہو جائے گا یا نہیں اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے۔

۲۔ بس چلا چل قطع راہ عشق گر منظور ہے

یہ نہ پوچھ کہ اے ہمسفر نزدیک ہے یا دور ہے

جب سالک وہ کچھ کر لے جو اس کے بس میں ہے تو پھر اللہ رب العزت کی ذات سے مدد مانگے چونکہ منزل پر پہنچانے والی ذات تو اس کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا ذُكِّي مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ

أَبَدًا وَلَكِنَّ اللَّهَ يُؤَيِّدُ مَنْ يُشَاءُ

(اور اگر تم پر اللہ کا فضل نہ ہوتا اور اس کی رحمت نہ ہوتی تم میں سے کوئی

ایک بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پاک نہ ہو سکتا لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہے

پاک کرتا ہے)۔

رات کے آخری پہر میں رو رو کر دعائیں مانگنے سے یہ فوت جلدی حاصل ہو جاتی

ہے۔ احادیث میں نبوی ﷺ سے منقول درج ذیل دعائیں بہت پسندیدہ ہیں۔

① اللَّهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَأَهْلِي وَمِنْ الْمَاءِ الْبَارِدِ

② اللَّهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ الْأَشْيَاءِ إِلَيَّ كُلِّهَا وَخَشْيَتَكَ أَخْوَفَ الْأَشْيَاءِ عِنْدِي وَاقْطَعْ عَنِّي حَاجَاتِ الدُّنْيَا بِالشَّوْقِ إِلَى لِقَائِكَ وَ

إِذَا أَفْرَزْتَ أَهْلَ الدُّنْيَا مِنْ دُنْيَانِهِمْ فَأَقْرُرْ عَيْشِي مِنْ عِبَادَتِكَ

③ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي أَخْشَاكَ كَأَنِّي أَرَاكَ أَبَدًا حَتَّى أَلْقَاكَ

④ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ إِيمَانًا يُبَاشِرُ قَلْبِي وَتَقِينًا صَادِقًا حَتَّى أَعْلَمَ أَنَّهُ لَا يُضَيِّبُنِي إِلَّا مَا كُتِبَتْ وَوَصَانَا مِنَ الْمَعِيشَةِ بِمَا قَسَمْتَ لِي

⑤ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ التَّوْفِيقَ لِمَحَابِبِكَ مِنَ الْأَعْمَالِ وَالصَّدَقِ وَالتَّوَكُّلِ عَلَيْكَ وَحُسْنِ الظَّنِّ بِكَ

⑥ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ تَقَا بِكَ مُطْمَئِنَّةً تُؤْمِنُ بِإِلْقَائِكَ وَتَرْضَى لِقَائِكَ وَتَقْنَعُ بِمُطَابِقِكَ

⑦ اللَّهُمَّ افْتَحْ مَسَامِعَ قَلْبِي لِذِكْرِكَ أَلَّا تُرْخِشِي فَأَرْخِشِي رَحْمَةً تَغِيثُنِي بِهَا عَنْ رَحْمَتِ مَنْ سِوَاكَ

⑧ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ قُلُوبًا مُجِيبَةً مُبِينَةً فِي سَبِيلِكَ

⑨ اللَّهُمَّ اجْعَلْ وَسْوَاسَ قَلْبِي خَشْيَتَكَ وَذِكْرَكَ وَاجْعَلْ هَمَّتِي وَهَوَانِي فِيمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى

⑩ اللَّهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُولُ بِهِ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِينَا

ان مسنون دعائوں کے علاوہ بھی اپنی زبان میں اپنے الفاظ میں جو دعا مانگی جائیں اچھی ہیں۔

نہ تکان دے کہ وہ اپنے سے زیادہ گناہ

نہ تو محروم رہے کہ اسے اپنے سے کم

رسائل کا شمع ہو کہ وہ نہ سکین

نہ تو مجبور رہے کہ اسے اپنے سے کم

{یا رب تو کسی دل کو محبت سے خالی نہ کر، اس جہاں سے محروم نہ کر، ہر مسکین پر دانے کو شمع تک پہنچا دے۔ بلبل کو پھول سے جدا نہ کر} عشق الہی کا حصول کوئی کھیر کھانے والی بات نہیں ہے بلکہ تن من و جن لٹانے والی بات ہے۔

یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جاتا ہے
پھر بھی سالک یہ ریاضت و مجاہدے کی منزلیں طے کر لیتا ہے اور رب کریم کی بارگاہ میں یہی فریاد پیش کرتا ہے۔

ترے عشق کی اجنا چاہتا ہوں
میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں



باب 12

مرید اور مراد کا فرق

راہ عشق پر چلنے والے لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو اپنی ریاضت و محنت سے قدم بڑھا رہے ہوتے ہیں انہیں مرید یا سالک کہتے ہیں۔ دوسرے وہ جن کو خود محبوب اپنی طرف بلاتا چاہتے ہیں وہ مراد یا مجذوب کہلاتے ہیں۔ مرید اور مراد کے فرق کو سمجھنے کے لئے حضرت موسیٰ اور حضرت نبی کریم ﷺ کے احوال زندگی کو سامنے رکھنا بہتر ہے۔ حضرت موسیٰ محبت تھے، حضرت نبی کریم ﷺ محبوب تھے۔ اس کی وضاحت کے لئے مندرجہ ذیل مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

① حضرت موسیٰ کو توہ طور پر ملاقات نصیب ہوئی تو رب کریم نے اس کا تذکرہ یوں فرمایا: **لَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمُعِيقَاتِنَا** (جب آئے موسیٰ ہماری ملاقات کو) لیکن نبی کریم ﷺ کو معراج کے وقت ملاقات نصیب ہوئی تو رب کریم نے فرمایا: **سُبْحَانَ الَّذِي أَمْرِي يَعْبُدُونِي** (پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے بندے کو)

حضرت موسیٰ کے لئے ”آئے“ کا لفظ استعمال کیا گیا جب کہ نبی کریم ﷺ کے لئے ”لے لائے گئے“ کہا گیا ایک کو راستہ بتا دیا اور دوسرے کا خود فرشتہ بھیج کر پاس بلا لیا۔

یہ مجذوب کو تو لائے وہ ہمراہ یزیم میں
اور سالکوں کو دوڑتے دانتے بتا دیئے

② - حضرت موسیٰ نے دعا مانگی رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي (اے اللہ میرا سینہ کھول دے) جب کہ آپ ﷺ کے لئے اللہ رب العزت نے فرمایا اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا)

③ - حضرت موسیٰ کو کتاب لینے کے لئے کوہ طور پر جانا پڑا جب کہ نبی کریم ﷺ کے پاس قرآن بھیج دیا گیا۔ نَزَلَ عَلَيَّ فُطُوكَ (قرآن پاک آپ کے دل پر نازل کیا گیا)۔

راہ عشق کا دستور تو یہی ہے کہ محبت محبوب سے ملاقات کا متنی ہوتا ہے مگر بعض اوقات محبوب خود بھی چاہتا ہے کہ محبت ملاقات کے لئے آجائے۔ جب محبوب خود چاہتا ہے وصل نصیب ہو یا آسان ہوتا ہے۔

سن لے اے دوست جب ایام بھٹے آتے ہیں
گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں
جب حسن خودی ملاقات کا انتظام کرے تو پھر تو عشق کے مرے ہوتے ہیں۔
حسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یونہی نام ہوتا ہے
جب محبت کو معلوم ہو کہ محبوب بھی مجھ سے محبت کرتا ہے تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔

نگاہ یار جسے آشنائے رات کرے
وہ اپنی خوبی قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے
عاشقوں کے عشق میں آجیں بھرنا، ٹھنڈے سانس لینا، اور بائے ہو کر رہنا ہوتا ہے
جب کہ محبوب کے عشق میں پوشیدگی ہوتی ہے۔ عاشقوں کا عشق بدن کو لاغر کر دیتا ہے

جب کہ محبوب کا عشق بدن کو فریبہ کر دیتا ہے۔

عشق معشوقاں نہاں است دستیر
عشق عاشق یار و صد طبل و نفیر
عشق عشاق این بدن لاغر کند
عشق معشوقاں بدن فریبہ کند

{معشوقوں کا عشق پوشیدہ ہوتا ہے اور عاشق کا عشق وصول ڈھمکے کی چوٹ پر ظاہر کیا جاتا ہے، عاشقوں کا عشق بدن کو کمزور کر دیتا ہے جب کہ معشوق کا عشق عاشق کے بدن کو فریبہ بنا دیتا ہے}

جب اللہ رب العزت اپنے کسی بندے پر مہربان ہوتے ہیں تو اس کے لئے وصول الی اللہ کی راہیں ہموار کر دیتے ہیں۔ پھر یاد الہی کا خود بخود غلبہ ہوتا ہے۔

محبت دونوں عالم میں یہی جا کر پکار آئی
جسے خود یار نے چاہا اسی کو یاد یار آئی
جب کام اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے بنتا ہے تو یوں فریاد کی جائے۔

اللَّهُمَّ يَا قَاضِيَ الْخَاجَاتِ يَا ذَا فَاعِ الْبَلِيَّاتِ يَا أَهْلَ
الْمُسْكَلَاتِ يَا كَافِيَ الْمُهِمَّاتِ يَا شَافِيَ الْأَمْرَاضِ يَا
مُنزِلَ الْبَرَكَاتِ يَا مُسَبِّتَ الْأَسْنَابِ يَا ذَا فَاعِ الدَّرَجَاتِ
يَا مُجِيبَ الدُّعَوَاتِ يَا أَمَانَ الْخَائِفِينَ يَا خَيْرَ النَّاصِرِينَ
يَا ذَلِيلَ الْمُتَخَبِّرِينَ يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيثِينَ اَعْنِي يَا إِلَهِي
أَنْتَ مَقْضُوْدِي وَرِضَاؤُكَ مَطْلُوْبِي ۝ تَرَكْتُ لَكَ الدُّنْيَا وَ
الْآخِرَةَ أَلْتِمُ عَلَيْكَ نِعْمَتَكَ وَارْزُقْنِي وَصَوْلِكَ النَّامُ بِجَاهِ

سَيِّدِ الْخُرُسَلِيْنَ وَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ . آمین ثم آمین

کاغذ تمام کالک تمام اور ہم تمام
پر داستان شوق ابھی نا تمام ہے

